چودھویں صدی ہجری
کی
ایک عظیم شخصیت
مرتبہ
محمد یوسف ضیاء
محمد حسین شاہ
ناشر
مرکزی جماعت غوثیہ غوثیہ ٹاؤن فیصل آباد

مرکزی جماعت غوثیہ کی

تبلیغی اشاعت

مندرجہ بالا کتب ڈاک خرچ بھیج کر مفت طلب فرمائیں۔

منجانب

محمد ارشاد اختر

مرکزی صدر جماعت غوثیہ غوثیہ سٹریٹ ۱۳ فاروق آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چودھویں صدی ہجری

کی

تبلیغی سلسلہ اشاعت نمبر ۱۲

ایک عظیم شخصیت

عظیم البرکت اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

مرتبہ

محمد یوسف صابر

زیر سرپرستی

مخدوم اہلسنت رہبر شریعت پیر طریقت الحاج ابو الطاہر سید نذر حسین شاہ صاحب بخاری نقشبندی قادری مجددی مد ظلہ العالی

مرکزی صدر: محمد ارشاد اختر نقشبندی قادری

ناشر

مرکزی جماعت غوثیہ، غوثیہ سٹریٹ ۱۳ فاروق آباد فیصل آباد

نام کتاب ——— چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت

مصنف ——— محمد یوسف صابر

گورنمنٹ کالج سمن آباد فیصل آباد

تعداد ——— ایک ہزار

تاریخ اشاعت ——— ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ جنوری ۱۹۸۳ء

ہدیہ ——— دعائے خیر بحق اراکین و معاونین

ملنے کے پتے

——— پیر سید نذر حسین شاہ صاحب بخاری
بخاری کتب خانہ گلی نمبر ۵ جھمس پورہ فیصل آباد۔

——— محمد ارشاد اختر مرکزی صدر جماعت غوثیہ
نیو ٹیچنگ سٹریٹ نمبر ۱۲ - فاروق آباد فیصل آباد۔

بیرونی حضرات ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کریں۔

انتساب

امام احمد رضا خاں ہی کے نام ——— جنہوں نے دلوں کے ظلمت کدوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کی ——— اور اپنے تجدیدی کارناموں کے ذریعے برصغیر کو ہسپانیہ کے سے خوفناک انجام سے بچا لیا!

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودھویں صدی ہجری کے اختتام اور پندرھویں صدی ہجری کے آغاز کے موقع پر دنیا بھر میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً [illegible] جشن منانے کے پروگرام بنائے گئے ہیں اور اب چودھویں صدی کی ہستیوں کو اپنے قلم کے ذریعے پیش کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو محترم جناب محمد اقبال اظہری ایم اے ملتان کے ایماء پر مرتب کی گئی ہے۔

چودھویں صدی ہجری کے عظیم مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی پر یوں تو بہت کچھ لکھا جا چکا اور لکھا جا رہا ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کتب اپنی ضخامت اور بعض اپنے مخصوص انداز بیان کی وجہ سے عام قاری کے ذہن تک رسائی حاصل نہ کر سکی تھیں۔ اسلئے اس امر کی ضرورت پیش آئی کہ امام موصوف سے متعلق زیادہ سے زیادہ مواد کم سے کم صفحات میں سادہ اور شستہ انداز میں پیش کیا جائے تاکہ عام قاری کی قوت خرید اور عدم فرصت اس کے مطالعہ کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

میں نے اس کتاب میں اختصار پر زیادہ توجہ دی ہے یہاں تک کہ آپ کی زندگی سے متعلق زیادہ تر واقعات جو اس میں شامل نہیں کیے کیونکہ ایک تو اس سے ضخامت بڑھ جانے کا خدشہ تھا دوسرے اس لئے بھی کہ میں ان واقعات کو علیحدہ مرتب کر رہا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ بعض جگہ ضرورت سے زیادہ اختصار نے عبارت میں عدم تسلسل کی کیفیت بھی پیدا کر دی ہے لیکن یہ میری مجبوری ہے تاہم میں قارئین کرام کے نیک مشوروں کا منتظر رہوں گا۔ یہ زیادتی ہی نہیں بد دیانتی بھی ہوگی اگر میں یہ بیان نہ کروں کہ میں نے اس کتاب کی ترتیب میں سب سے زیادہ مدد [illegible] لاہور کی شائع کردہ [illegible] اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تحریروں سے لی ہے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں میرے شکریے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری، حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور مولانا خلیل احمد صاحبان کا بھی ممنون ہوں جن کے نیک مشوروں نے مجھے منزل تک پہنچایا اور جناب محمد اقبال اظہری کا شکریہ ادا کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا جو اس کتاب کے اصل محرک ہیں۔

محمد یوسف صابر ایم اے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج ڈہاڑکی۔ ۱۲ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودھویں صدی ہجری کے عظیم مجدد

امام احمد رضا خاں

جس طرح طاغوتی طاقتوں نے خطہ ہسپانیہ میں پوری کامیابی کے ساتھ وار کیا اور ایک منظم پروگرام کے تحت وہاں مسلمانوں کی مرکزیت کو ختم کیا۔ انہیں آپس میں لڑایا، وہاں کے میر جعفروں اور میر صادقوں کو خرید کر اسلامی ریاست کو ختم کیا، وہاں کے مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا اور اس طرح [illegible] کے اختتام پر وہاں کے تاجداروں کو یورپ و روم کی نذر کر کے فتح اپریل فول منایا۔ اس منظم سازش کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مبارک خطہ جہاں سینکڑوں سال تک اسلامی پرچم لہراتا رہا اور اہل اسلام دنیا بھر کو درس علم و معاشرت دیتے رہے۔ آج ڈھونڈے سے ایک مسلمان بھی نہیں ملتا۔

اسی طرح برصغیر پاک و ہند میں تسلط حاصل کرنے کے ساتھ ہی یہاں بھی اسلام اور اہل اسلام کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے ایک پروگرام بنایا گیا — مسلمانوں کے دینی مدارس بند کر کے لادینی نظام تعلیم رائج کر دیا گیا۔ ان کے مذہبی رہنماؤں کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔ اور بقیۃ السیف کو کالے پانی کی سزا دی گئی۔ مسلمانوں کے مذہبی، ملی اور سیاسی اتحاد کو ختم کرنے کے لئے کامیاب پروگرام بنائے گئے۔ مسلمانوں کے مسلم مذہبی عقائد کو مشکوک بنانے اور ان کے دلوں سے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو مٹانے کی کوششیں ہونے لگیں۔

یہاں تک کہ حکومت نے اپنی سرپرستی میں قادیانی نبی، کو بھی مبعوث کر دیا اور صاف دکھائی دینے لگا کہ برصغیر کا حشر بھی ہسپانیہ سے مختلف نہیں ہوگا۔

لیکن جس سرزمین کی بادِ سحری محمد بن قاسم اور محمود غزنوی جیسے مجاہدین کی اذانیں خاموش ہوں۔ جیسے معین الدین چشتی اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہما جیسے بزرگوں نے اپنے سجدوں سے آباد کیا ہو جس میں مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حدی خوانوں نے روحانی زندگی کی تڑپ پیدا کی ہو، غیرت خداوندی اسے یوں تباہ ہوتے نہ دیکھ سکتی تھی۔

لہٰذا اس نے انگریزوں کے تسلط کامل (۱۸۵۷ء) سے ایک سال قبل ہی اسی خوش نصیب دھرتی کے ایک شہر، بریلی میں، امام احمد رضا خاں کو پیدا کر دیا جس نے اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنے تجدیدی کارناموں سے برصغیر کو ہسپانیہ کے سے خوفناک انجام سے بچا لیا۔

خاندانی حالات

امام احمد رضا خاں پٹھانوں کے بڑھیچ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ان کا اصلی وطن قندھار تھا آپ کے بزرگوں میں سب سے پہلے شجاعت جنگ بہادر سعید اللہ خاں، نادر شاہ کے ہمراہ قندھار سے ہندوستان آئے اور شش ہزاری منصب پر فائز ہوئے لاہور کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا انہیں دو گاؤں بھی جاگیر میں ملے جو امام احمد رضا کے عہد شباب تک ان کی ملکیت میں تھے بعد میں امام احمد رضا کی انگریزی سامراج سے مخالفت کی پاداش میں وہ جاگیر ضبط ہو گئی۔[1]

سعید اللہ خاں کے صاحبزادے نواب سعادت یار خاں وزیر مالیات بلند اور پھر صوبہ روہیل کھنڈ کے صوبیدار مقرر ہوئے جن کے فرزندوں میں محمد اعظم خاں نے بڑی شہرت حاصل

---

[1] اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی ص۱۱ از علامہ نور احمد قادری

کہ آپ کچھ عرصہ عہدہ وزارت پر فائز رہے۔ اور پھر ترکِ دنیا کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ حافظ کاظم علی خاں ان کے ہوشیار فرزند تھے۔ جو بدایوں کے تحصیلدار تھے اور دو سو سواروں کی بٹالین ان کی خدمت میں رہا کرتی تھی۔

حافظ کاظم علی خاں کی اولاد میں قطب الوقت مولانا رضا علی خاں کا مرتبہ سب سے بلند تھا یہ وہ شخصیت ہے جس نے حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہیں کیا اور ساری زندگی زہد و تقویٰ اور فقر و تصوف میں گزار دی۔ آپ کے بعد پورے خاندان کا تعلق امورِ سلطنت کی بجائے امورِ دینیہ سے قائم ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ جنرل ہڈسن نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپے رکھا تھا [1]

شاہ نقی علی خاں، مولانا رضا علی خاں صاحب کے صاحبزادے اور امام احمد رضا خاں کے والد ماجد تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے آپ زبردست عالم اور ولی کامل تھے۔

بچپن

۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء، ۱۱ جیٹھ ۱۹۱۳ سمت بروز شنبہ ظہر کے وقت بریلی کے محلہ جسولی میں مولانا نقی علی خاں کے گھر ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس کی قسمت میں چودھویں صدی ہجری کا مجدد ہونا لکھا گیا تھا۔ دادا مولانا رضا علی خاں نے اپنے عظیم فرزند کا نام محمد رکھا گھر میں والدہ ماجدہ پیار سے امّن میاں اور والد ماجد اور دیگر اعزہ احمد میاں کہہ کر پکارتے تھے۔ [2]

تاریخی نام المختار (۱۲۷۲ھ) رکھا گیا۔ اور خود اس نے اپنے نام کے ساتھ عبد المصطفےٰ کا اضافہ کیا۔ امام حسین بن صالح شافعی مکی نے دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے۔

---

[1] سوانح منزل نمبر ۲

[2] اعلیٰحضرت بریلوی صـ ۲۵

اِنِّی لَأَجِدُ نُوْرَ اللہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ۔

کہ مجھے تو اس کی پیشانی میں خدائی نور چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور فرمایا۔
"تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے"

علم جفر و تکسیر میں آپ کے استاد شاہ ابوالحسین نوری آپ کو "ہندوستان کا شیخ کبیر" کہہ کر پکارتے تھے۔ اعلیٰحضرت کا خطاب بھی انہیں کا دیا ہوا ہے [1]
علاوہ ازیں آپکو اہلِ علم نے فاضل بریلوی اور مجدد مائۃ حاضرہ کے معزز القابات سے بھی یاد فرمایا۔

آپ کی تاریخ پیدائش قرآن پاک کی اس آیۂ کریمہ سے نکلتی ہے۔
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (۱۲۷۲ھ)
ترجمہ: یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

تعلیم

آپ کی بڑی بہن فرماتی ہیں کہ بچپن ہی سے تمام خاندان میں یہ بچہ اپنے مزاج، اطوار، اور ذہانت کے اعتبار سے الگ نظر آتا تھا۔ (انوار رضا) چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک ختم کر لیا اور چھ سال کی ننھی سی عمر میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ میں ایک بڑے مجمع کو میلاد مصطفےٰ کے موضوع پر تقریباً دو گھنٹے تک خطاب فرمایا۔ [2]

آپ نے ابتدائی کتابیں مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں اور درس نظامی کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے کی۔ علم ہیئت مولانا عبد العلی رامپوری سے، علم

---

[1] اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی ...... نور احمد قادری

[2] اعلیٰحضرت بریلوی صـ ۳۰

حضرت شاہ ابوالحسین نوری مارہروی سے اور حدیث کی سند امام حسین بن صالح
امام شافعیہ (مکہ مکرمہ) سے حاصل کی جس میں امام محمد بن اسماعیل بخاری تک صرف گیارہ
واسطے ہیں۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں سید آل رسول مارہروی، سید احمد دحلان مفتی
شافعیہ مکہ اور شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

جدید و قدیم عقلی علوم کی تحصیل پر آپ نے بہت کم وقت صرف کیا۔ خود فرماتے
ہیں کہ میں نے شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا "کیوں اپنا
وقت ضائع کرتے ہو مصطفےٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی
سکھا دیئے جائیں گے"۔ اور مصطفےٰ پیارے کی پیاری سرکار سے انہیں علوم کا اتنا وسیع
خزانہ ملا کہ زمانے بھر کے پچاس سے زیادہ علوم میں بے مثل اور یکتا ہو گئے اور یورپ و
امریکہ کی یونیورسٹیوں کے اسکالر بھی آپ کے علم لدنی سے فیض حاصل کرنے کیلئے
حاضر خدمت ہونے لگے۔

آپ کے تحصیل علم کی شان بھی نرالی تھی آپ کے ایک ہم سبق مولانا احسان حسین
فرماتے ہیں کہ آپ نے استاد سے کبھی چوتھائی حصہ سے زیادہ کتاب نہیں پڑھی چوتھائی کتاب
پڑھنے کے بعد تمام کتاب از خود پڑھ کر اور یاد کر کے سنا دیا کرتے"۔ (سوانح اعلیٰحضرت
امام احمد رضا از بدرالدین احمد)

حافظے کا یہ عالم تھا کہ صرف ایک ماہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور وہ بھی اس شان
سے کہ نماز مغرب سے عشاء تک یاد فرماتے۔

۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو آپ نے ۱۳ سال ۱۰ مہینے ۵ دن کی چھوٹی سی عمر میں
تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور آپ کو دستار فضیلت عطا کی گئی اس لحاظ
سے آپ کو دنیا بھر میں انفرادی حیثیت حاصل ہے۔

عائلی زندگی ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں شیخ فضل حسین کی صاحبزادی ارشاد بیگم
سے انتہائی سادہ اور مسنون طریقے سے آپ کی شادی ہوئی شادی کے ایک سال بعد
آپ کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ
۱۸۹۲ء کو چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خاں مدظلہ العالی کی ولادت
ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد اور اولاد امجاد کے اسمائے گرامی جاننے کے لئے آپ کے
شجرہ نسب کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

سعید اللہ خاں شجاعت جنگ بہادر
سعادت یار خاں (وزیر مالیات [illegible])
محمد معظم خاں — محمد اعظم خاں — محمد مکرم خاں
چار صاحبزادیاں — حافظ کاظم علی خاں
تین صاحبزادیاں — نقی علی خاں
محمد رضا خاں — امام احمد رضا خاں — حسن رضا خاں — دو صاحبزادیاں
حسنین رضا خاں — حسین رضا خاں
تحسین رضا خاں — حبیب رضا خاں — سبطین رضا خاں

امام احمد رضا خاں

مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں — حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں

چھ صاحبزادیاں — انور رضا خاں
(دو سال کی عمر میں انتقال ہو گیا)

چار صاحبزادیاں — مفسر اعظم ہند ابراہیم رضا خاں — حماد رضا خاں
(جن کا خاندان پاکستان میں ہے)

نورانی میاں — رضوانی میاں — ربانی میاں — تین صاحبزادیاں

ریحان رضا خاں — تنویر رضا خاں — اختر رضا خاں — قمر رضا خاں — منان رضا خاں

اسجد رضا خاں

فیضان رضا خاں — عثمان رضا خاں — توفیق رضا خاں — توصیف رضا خاں — تسلیم رضا خاں — دو صاحبزادیاں

پہلا سفر حج سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت کی وجہ سے آپ ہر وقت زیارت طیبہ کے لیے مضطرب رہتے تھے اسی اضطراب نے ۲۲ سال کی عمر میں ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء کو حج بیت اللہ پر مجبور کیا۔ مولوی رحمان علی اپنی مشہور زمانہ کتاب "تذکرہ علمائے ہند" میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور وہاں کے اکابر علما یعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور عبد الرحمن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث فقہ اصول تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک ان کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا۔

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین

بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں۔

اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور فرمایا۔ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ سند مذکورہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک صرف گیارہ واسطے ہیں۔ بعد ازاں شیخ جمل اللیل موصوف نے اپنی کتاب جوہرۂ مضیئہ کی شرح کرنے کو کہا۔ اس کتاب میں مناسک حج کو شافعی مذہب کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا خاں نے صرف دو دنوں میں اس کی شرح مکمل کی اور اس کا نام النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ رکھا۔ اس شرح میں آپ نے شافعی مذہب کے ساتھ ساتھ حنفی مذہب کو بھی بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا۔ شیخ موصوف نے کتاب دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں تحسین و آفرین فرمائی۔

(تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی ۱۹۰۸ء)

دوسرا سفر حج

دوسری دفعہ تقریباً پچاس سال کی عمر شریف ۱۹۰۵ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کے علم وفضل اور عزو شرف کا سورج نصف النہار پر تھا حرمین شریفین میں آپ کی جو قدر و منزلت ہوئی بہت کم افراد کے حصے میں آئی ہے مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی کا بیان ہے کہ ہم سال ہا سال سے یہاں مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں، اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں اور جزئیات پوچھنے چلے جاتے ہیں، کوئی بات نہیں پوچھتا لیکن اعلیحضرت کے پہنچتے ہی یہاں کے علماء تو علماء اہل بازار تک آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے

(سوانح اعلیحضرت صـ ۲۹۱ مطبوعہ نوری بکڈپو لاہور)

اور مولانا عبدالرحمٰن درویش مدنی فرماتے ہیں کہ علمائے حرم شریف جب اعلیحضرت سے ملتے تو دست بوسی کرتے اور انتہائی احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا۔

(ایضاً صـ ۳۰۴)

لیکن فطری بات یہ ہے کہ جب کسی کو عروج حاصل ہوتا ہے تو اس کے حاسد بھی پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ اعلیحضرت کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے ہندوستان سے آپ کے کچھ مخالفین بھی حرمین شریفین گئے۔ اور وہاں آپ کے خلاف جھوٹے الزامات لگا کر آپ کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی شریف علی پاشا شریف مکہ کے دربار میں مخالفوں کے روح رواں احمد فکیر اور عبدالرحمٰن اسکوبی، تھے جنہوں نے شریف مکہ کو اعلیحضرت کے خلاف ابھارا اور الزام لگایا کہ معاذ اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو اللہ تعالٰی کے علم کے مساوی قرار دیتے ہیں، اور شریف مکہ سے کہا کہ اگر وہ ثبوت چاہتے ہیں تو ابھی علم غیب کے بارے میں چند سوالات پیش کر کے ان کے تحریری جوابات لئے جائیں۔ مخالفوں کا خیال تھا کہ اعلیحضرت سفر کی حالت میں ہیں، عدم مصروفیت اور اپنی کتابوں

سے دور ہونے کی وجہ سے وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکیں گے۔ اور شریف مکہ کی طرف سے انہیں سزا مل جائے گی جس سے ان کے جذبہ مخالفت کی تسکین ہو سکے گی لیکن اعلیحضرت تو علم لدنی کے مالک تھے۔ عدم فرصت اور شدید بخار کے باوجود صرف آٹھ گھنٹے میں ان کے سوالات کے جوابوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ عربی زبان میں تحریر فرمائی جب وہ کتاب شریف مکہ کے دربار میں پڑھ کر سنائی گئی تو وہ بے اختیار پکار اٹھا۔ اَللّٰهُ يُعْطِي وَهٰؤُلَاءِ يَمْنَعُوْنَ کہ اللہ تعالٰی تو دیتا ہے اور یہ لوگ روکتے ہیں

شریف مکہ کے دربار میں جب مخالفین کی دال نہ گلی تو انہوں نے گورنر مکہ احمد راتب پاشا کی طرف رجوع کیا، اور اس سے شکایت کی کہ ہندوستان سے ایک عالم آیا ہے جس نے لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیئے ہیں شیخ محمد سعید بابصیل و شیخ صالح کمال اور مولانا ابوالخیر میرداد اس کے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ گورنر نے یہ شکایت سنی تو فیصلہ کن انداز میں بولا۔

اذ کان هٰؤلاء معه فهو یفسد ام یصلح۔

کہ جب ایسے عظیم لوگ اس کے ساتھ ہیں تو وہ بگاڑ پیدا کرتا ہے یا اصلاح کرتا ہے گورنر کے اس فیصلے سے مخالفوں پر اوس پڑ گئی۔ اور اعلیحضرت کو نقصان پہنچانے کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

الدولۃ المکیہ کی اشاعت نے عرب و عجم کے علماء سے اعلیحضرت کی تحقیق اور وسعت علمی کا لوہا منوایا، علماء کرام نے جی بھر کر اس عظیم علمی کاوش کی داد دی اور اس پر شاندار تقاریظ تحریر فرمائیں یہ مختصر سی کتاب تقاریظ کی تفصیل کی متحمل تو نہیں ہو سکتی تاہم ان عظیم ہستیوں کے صرف اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں۔

علمائے مکہ معظمہ ۱۔ سید اسماعیل بن خلیل، ۲۔ شیخ محمد سعید مفتی شافعیہ، ۳۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن مفتی حنفیہ، ۴۔ شیخ محمد عابد مفتی مالکیہ

۵۔ شیخ عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ، ۶۔ شیخ محمد صالح بن شیخ کمال سابق مفتی حنفیہ، ۷۔ شیخ احمد ابو الخیر بن عبداللہ میرداد رئیس الخطباء والائمہ مسجد حرام، ۸۔ شیخ محمد علی مدرس مسجد حرام، ۹۔ شیخ عبداللہ بن محمد صدقہ مدرس مسجد حرام، ۱۰۔ شیخ عمر بن ابی بکر باجنید مدرس مسجد حرام، ۱۱۔ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل امام شافعیہ مسجد حرام، ۱۲۔ شیخ ابو حسین محمد مرزوقی مدرس مسجد حرام، ۱۳۔ شیخ محمد علی بن حسین امام مالکیہ مسجد حرام، ۱۴۔ شیخ محمد جمال مفتی مالکیہ، ۱۵۔ شیخ اسعد بن احمد مدرس مسجد حرام، ۱۶۔ شیخ عبدالرحمن بن احمد، ۱۷۔ شیخ محمد بن یوسف، ۱۸۔ شیخ عطیہ محمود مدرس مسجد حرام، ۱۹۔ شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی مسجد حرام، ۲۰۔ شیخ محمد بن واسع حسینی مدرس مسجد حرام۔

علماء مدینہ منورہ

۲۱۔ شیخ عثمان بن عبدالسلام مفتی مدینہ منورہ، ۲۲۔ شیخ احمد جزائری مفتی مالکیہ، ۲۳۔ شیخ محمد تاج الدین بن مصطفیٰ مفتی مدینہ منورہ، ۲۴۔ شیخ حسین بن عبدالقادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی، ۲۵۔ سید احمد علوی مفتی شافعیہ، ۲۶۔ شیخ عبداللہ نابلسی حنبلی مسجد نبوی، ۲۷۔ شیخ محمد عبدالباری مسجد نبوی، ۲۸۔ شیخ عباس مسجد نبوی، ۲۹۔ شیخ احمد مالکی مسجد نبوی، ۳۰۔ شیخ محمد سعید مسجد نبوی، ۳۱۔ سید احمد علی ہندی، ۳۲۔ شیخ علی بن احمد مسجد نبوی، ۳۳۔ شیخ احمد اسعد گیلانی، ۳۴۔ شیخ غلام محمد برہان الدین، ۳۵۔ شیخ عبدالقادر مسجد نبوی، ۳۶۔ شیخ محمد عبدالوہاب مسجد نبوی، ۳۷۔ شیخ مصطفیٰ مالکی مسجد نبوی، ۳۸۔ شیخ احمد عباسی، ۳۹۔ شیخ محمد کریم اللہ، ۴۰۔ شیخ موسیٰ علی شامی الازہری، ۴۱۔ شیخ محمد یعقوب مدرس مسجد نبوی، ۴۲۔ شیخ انیس انصاری، ۴۳۔ شیخ محمد ادریس بن سعید مسجد نبوی، ۴۴۔ شیخ عبدالرحمن مصری، ۴۵۔ شیخ حسین بن محمد، ۴۶۔ شیخ محمد سعید، ۴۷۔ شیخ محمد توفیق ایوبی انصاری، ۴۸۔ شیخ علی الرحمانی، ۴۹۔ شیخ عبدالوہاب،

دیگر ممالک کے علماء

۵۰۔ شیخ ابراہیم جامعہ ازہر مصر، ۵۱۔ شیخ عبدالرحمان احمد حنفی جامعہ ازہر مصر، ۵۲۔ شیخ محمد دمشقی قسطنطنیہ، ۵۳۔ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی بیروت، ۵۴۔ شیخ محمود بن صبغۃ اللہ مدراسی، ۵۵۔ شیخ محمد سعید نقشبندی، ۵۶۔ شیخ عبدالحمید شافعی دمشقی، ۵۷۔ شیخ محمد یحییٰ دمشقی، ۵۸۔ شیخ یوسف حسن مدرس درگاہ قادریہ بغداد شریف، ۵۹۔ شیخ عثمان قادری حیدرآبادی، ۶۰۔ شیخ محمد امین دمشقی، ۶۱۔ شیخ حمدان الجزائری۔

الدولۃ المکیۃ کے مطالعہ سے علماء عرب و عجم صرف آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہی نہیں ہوئے بلکہ آپ کے چشمۂ فیض سے مستفیض بھی ہوئے جن علماء نے آپ سے استفادہ حاصل کیا اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ان کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ علماء عرب و عجم علم کے اس بہتے دریا سے کس طرح سیراب ہوئے۔

ان دنوں نوٹ نیا نیا چلا تھا اور فقہاء اس کی شرعی حیثیت متعین کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ مکہ کے عظیم ترین عالم شیخ جمال بن عبداللہ مفتی حنفیہ نے بھی العلم امانۃ فی اعناق العلماء کہہ کر معذوری کا اظہار کر دیا تھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے

علماء نے مکہ میں اعلیحضرت کی موجودگی کو غنیمت جانا اور مسجد حرام کے امام شیخ عبداللہ احمد میرداد اور ان کے استاد شیخ حامد احمد محمد جداوی نے اس مسئلے کے بارے میں باقاعدہ استفتاء امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جس پر آپ نے صرف ڈیڑھ دن کی قلیل سی مدت میں ایک عظیم کتاب الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ) عربی زبان میں تحریر فرمائی جس میں تحقیق کا حق ادا کر دیا اور نوٹ کے مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔

مدینہ منورہ میں حاضری

اعلیحضرت فنا فی الرسول کے در پر جب پہنچے ہوئے تھے وہاں گردہ سے

تعلق رکھتے تھے جن کا دل کوئے حبیب کے بغیر نہیں لگتا حضرت امام مالک کو مدینے کی گلیوں سے اتنی محبت تھی کہ ساری زندگی مدینہ منورہ ہی میں گزار دی۔ مدینے سے باہر صرف ایک مرتبہ گئے اور وہ بھی مکہ مکرمہ کو فرض حج ادا کرنے کے لئے۔

امام احمد رضا کے عشق مصطفےٰ نے امام مالک کی یاد تازہ کردی وہ فرمایا کرتے۔

"وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہندتو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔" (الملفوظ)

آپ مدینہ منورہ میں ۳۱ دن رہے اس تمام عرصے میں صرف ایک مرتبہ مسجد قبا اور ایک مرتبہ سید الشہداء امیر حمزہ کے مزار پاک کی زیارت کے لئے گئے۔ باقی تمام وقت گنبد خضریٰ کے جوار مقدس میں گزار دیا۔

ایک رات جی میں سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق پیدا ہوا مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے رہے لیکن زیارت سے مشرف نہ ہو سکے جب بے قراری حد سے گزری تو از خود رفتگی کے عالم میں غزل خواں ہو گئے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اور جب حسرت دید اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو مقطع عرض کیا۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ   تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

یہ کہنا تھا کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے حالت بیداری میں دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے (سوانح اعلیحضرت ص ۲۹۰)

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تجدید و احیائے دین

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا امر دینھا (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ نے ہر صدی کے خاتمے پر اس امت کے لئے ایک مجدد بھیجے گا جو امت کے لئے اس کا دین تازہ کر دے گا۔

امام جلال الدین سیوطی اپنی مرقات الصعود شرح ابوداؤد میں اس مقام پر مجدد کی سب سے بڑی علامت یہ بتاتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخر میں اس کی شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم سمجھا جاتا ہو یعنی علماء کے درمیان اس کے احیائے سنت اور ازالۂ بدعت اور دیگر دینی خدمات کا چرچا ہو۔ اس لحاظ سے علماء کے فیصلے کے مطابق چودہ صدیوں میں مندرجہ ذیل مجددین تشریف لائے۔

۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز (پہلی صدی) ۲۔ امام شافعی (دوسری صدی) ۳۔ امام ابوالحسن اشعری (تیسری صدی) ۴۔ امام ابوبکر باقلانی (چوتھی صدی) ۵۔ امام غزالی (پانچویں صدی) ۶۔ امام فخر الدین رازی (چھٹی صدی) ۷۔ امام تقی الدین (ساتویں صدی) ۸۔ امام زین الدین عراقی (آٹھویں صدی) ۹۔ امام جلال الدین سیوطی (نویں صدی) ۱۰۔ ملا علی قاری (دسویں صدی) ۱۱۔ شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی (گیارہویں صدی) ۱۲۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر (بارہویں صدی) ۱۳۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (تیرھویں صدی) ۱۴۔ امام احمد رضا خاں بریلوی (چودھویں صدی)

امام احمد رضا کو سب سے پہلے ہندوستان کے معتمد عالم مولانا شاہ عبد المقتدر بدایونی نے ۱۳۱۸ھ میں مجدد مائۃ حاضرہ کے لقب سے پکارا ان کے بعد علمائے حجاز میں سے شیخ موسیٰ علی شامی، شیخ حسن بن عبد القادر اور شیخ اسماعیل خلیل نے اور پھر علمائے امت کی اکثریت نے اس پر اتفاق کر لیا۔

امام احمد رضا نے جب تعلیم سے فارغ ہو کر عملی زندگی میں قدم رکھا تو عالم اسلام
خصوصاً ہندوستان کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد
انگریزوں نے ملک سے مسلمانوں اور اسلام کا اثر ختم کرنے کے لئے متعدد علمائے حق
کو چن چن کر قتل کر دیا یا انہیں کالے پانی کی سزا دے دی۔ اسلامی لٹریچر تباہ کر دیا گیا، عظیم
عہد آفرین اسلامی کتب کوڑیوں کے مول ہندو بنیوں کے ہاتھ نیلام کر دی گئیں
اور تمام اسلامی مدارس بند کر دیے گئے۔ یہ مدارس ایک دو نہیں بلکہ ڈاکٹر لائٹنر کی رپورٹ
کے مطابق صرف پنجاب میں ۲۸۸۶۹ مدارس و مکاتب تھے اور بنگال میں ان کی تعداد
اسی ہزار ۸۰۰۰۰ تک تھی۔ [1]

سب سے مکروہ کام جو انگریزوں نے کیا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں غلط انداز فکر کے
حامل اشخاص کی سرپرستی کی جنہوں نے متفق علیہ مسائل کو زیر بحث لا کر غلط ثابت کرنے
کی کوشش کی۔ اس طرح ان کی جداگانہ تحقیقات نے امت مسلمہ کو نئے نئے فرقوں
کے تحفے دیے اور اس کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔

علمائے حق کے قتل عام اور اسلامی لٹریچر کی تباہی سے مسلمان عوام کی رہنمائی کرنے والا
کوئی نہ رہا تو عوام میں غلط قسم کے رواج نے جنم لیا اور انتہا پسند علماء سوء کی منفی تبلیغ کی
وجہ سے [illegible] دو گروہ پیدا ہو گئے ایک وہ جنہوں نے تصوف کی آڑ
میں شریعت دشمنی اختیار کی اور دوسرے وہ جن سے اسلاف دشمنی کا سبق سکھایا۔ ان
کی اس اسلاف دشمنی سے انبیاء تک بھی نہ بچ سکے اور یہ دریدہ دہنی یہاں تک پہنچ
گئی کہ بقول مولانا حسین احمد مدنی "ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ
نقل کفر کفر نہ باشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ السلام سے ہم کو
زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم
صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔" [3]

---

[1] ... صفحہ ۲۱ از پروفیسر مختار قریشی

[3] شہاب ثاقب ... از مولانا حسین احمد مدنی

اعلیٰ حضرت نے اس مقام پر سوچا، راستے کی ناہمواری اور انگریزی حکومت کی
اسلام دشمنی کو ملاحظہ کیا اور پھر خدا کا نام لے کر تجدید دین و ملت کے راستے پر گامزن
ہو گئے۔ آپ نے اپنی زندگی کے تین مقاصد قرار دیے۔

۱۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و محبت
۲۔ بدمذہبوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں، حالانکہ وہ مفسد محض ہیں۔
۳۔ حسب استطاعت حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ نویسی۔ [1]

پہلے کام یعنی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و محبت کے بارے میں فرمایا
کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا۔ اور رب کی رحمت کے
بارے میں میرا یہی گمان ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا۔

انا عند ظن عبدی بی۔

کہ میں اپنے بندے سے اس کے ظن کے مطابق معاملہ فرماتا ہوں۔ [2]

ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے آپ نے سب سے پہلے تعلیمی فقدان اور علمائے
حق کے خلا کو پورا کرنے کی طرف توجہ دی ۱۸۷۲ء میں آپ نے اپنے والد ماجد سے اجازت
لے کر اپنی خانقاہ میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے دار العلوم بریلی کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ [3]
۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور انگریزوں کی طرف سے اسلامی مدارس جبراً بند کرنے
کے بعد ہندوستان میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے یہ سب سے پہلا اہم مدرسہ تھا۔ دیگر تمام مشہور
مدارس بعد میں معرض وجود میں آئے مثلاً مولانا محمد قاسم نانوتوی کا دار العلوم دیوبند ۱۸۶۷ء میں
سرسید کا مدرسۃ العلوم علی گڑھ ۱۸۷۰ء میں اور شبلی نعمانی کا ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۸۹۸ء قائم ہوئے۔ [4]
گویا جب دوسرے لوگوں نے آغاز سفر کیا امام احمد رضا بریلوی منزل کی طرف
بہت آگے نکل چکے تھے۔ ان کے مدرسے میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ حجاز، عراق،

---

[1] اجازۃ الرضویہ صفحہ ۳۶

[2] ایضاً

[3] علامہ نور احمد قادری، سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد برصغیر میں تحریک احیائے علوم دین کے سب سے پہلے امیر
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی صفحہ ۱۵ مطبوعہ کراچی جنوری ۱۹۸۰ء

[4] ایضاً

افغانستان، ترکی، سیلون اور برما وغیرہ بہت سے ممالک سے کثیر تعداد میں طلبہ
طالبان علوم حاصل کرنے کے لئے آنے لگے تو آپ کی خانقاہ کی جگہ تنگ ہو گئی لہذا
۱۹۰۴ء میں دارالعلم کے لئے ایک بڑی عمارت اور وسیع مسجد تعمیر کرائی اس کے ساتھ ہی غیر
مقامی طلبہ کی رہائش کے لئے وسیع اقامت گاہ کا اہتمام بھی کیا اور اس عظیم درس گاہ کا نیا نام
دارالعلوم منظر الاسلام رکھا۔ ؎۱

جو بعد میں جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی کے نام سے مشہور ہوا طلبہ کی رہائش کے
علاوہ خورد و نوش، کتابوں اور سفر خرچ کے اخراجات کا مدرسہ ہی کفیل تھا۔

پھر آپ کے شاگردوں نے آپ کی ہدایت کے مطابق ہندوستان کے طول و عرض،
مثلاً یوپی، سی پی، برار، ملیبار، احمد نگر، بڑودہ، سورت، احمد آباد، ترچناپلی، مدراس، کٹک،
کلکتہ، دارجلنگ، اور پٹنہ وغیرہ میں دینی درسگاہوں کا جال بچھا دیا جن میں ۱۹۲۰ء تک
طلبہ کی مجموعی تعداد چودہ ہزار تک جا پہنچی تھی۔ ؎۲

ان مدارس میں بے شمار علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلے جنہوں نے علمی اور سیاسی
دنیا میں بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے یہ امام احمد رضا کی تحریک احیائے
علوم دین کا نتیجہ تھا مگر اس کے دور میں جب بڑی بڑی تعلیمی درسگاہوں کا قیام عمل میں آیا
تو آپ ہی کے تلامذہ و خلفاء ان کے صدر مقرر ہوئے۔

مثلاً پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد نظام دکن میر عثمان علی خاں نے اجمیر شریف
کی خانقاہ میں جامع ازہر کی طرز پر برصغیر کی پہلی سرکاری دینی یونیورسٹی جامعہ معینیہ عثمانیہ
قائم کی تو ان کی نظر انتخاب امام احمد رضا کے خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف

؎۱ ایضاً ص ۱۷

؎۲ ایضاً ص ۲۰

بہار شریعت پر پڑی جو بعد میں اس درسگاہ کے شیخ الجامعہ بھی رہے ؎۱

۱۹۲۱ء میں علی گڑھ کالج کو مسلم یونیورسٹی کا درجہ ملا تو آپ کے خلیفہ سید سلیمان اشرف
کو شعبہ اسلامیات کا صدر مقرر کیا گیا اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اس کے پہلے وائس چانسلر مقرر
ہوئے جنہوں نے علم ریاضی میں امام احمد رضا سے استفادہ کیا اور سید سلیمان اشرف
کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوگئے۔ ؎۲

اسی طرح لاہور کی مشہور دینی درسگاہ حزب الاحناف کے حضرت سید احمد ابوالبرکات،
کچھوچھہ شریف کی درس گاہ دارالعلوم حضرت سلطان اشرف جہانگیر سمنانی کے حضرت سید
محمد محدث کچھوچھوی، مراد آباد کی مرکزی درسگاہ (موسسہ ۱۹۰۹ء) کے بانی صدر الافاضل
سید نعیم الدین اور شمس الہدیٰ کالج پٹنہ کے پرنسپل مولانا ظفر الدین بہاری آپ ہی کے تلامذہ
اور خلفاء تھے۔

دینی مدارس اور علماء کی کمی کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے لٹریچر کی
کمی کی طرف بھی توجہ دی اور تقریباً ۵۵ علوم میں ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔
اور علماء سو کے مذکورہ بالا دونوں طبقوں کے خلاف قلمی جہاد فرمایا۔ پہلے طبقے کا اثر
زائل کرنے کے لئے جلی الصوت، انوار البشارۃ، اجل التنویر، مقال العرفاء اور الزبدۃ
الزکیہ، وغیرہ بیسیوں کتابیں لکھیں۔ اور نام نہاد صوفیوں کے برعکس یہ کھلا اعلان فرمایا۔

"شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت
اس سے نکلا ہوا دریا، طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے۔ شریعت
ہی پر طریقت کا دارومدار ہے، شریعت ہی اصل کار اور محک و معیار ہے، شریعت ہی

؎۱ ایضاً ص ۱۹

؎۲ ایضاً ص ۲۰

وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور پڑے گا۔ طریقت اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے۔ اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ جس حقیقت کو شریعت نہیں ہے وہ بے دینی اور زندقہ ہے۔" (مقال العرفا)

عورتوں کے عرسوں پر جانے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

"یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ عورتوں کو سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔" (الملفوظ)

دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا۔

"جو عورتیں قوال رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے کو جاتی ہیں ان کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے۔"

(جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور)

غیر خدا کو سجدہ کرنے کی نفی میں آپ نے "الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجدۃ التحیۃ" تحریر فرمائی جس میں ۴۰ آیات قرآنی ۴۰ احادیث نبوی اور ۱۵۰ اقوال اسلاف کے ذریعے تعظیمی سجدہ حرام ثابت کیا اور فرمایا۔

"مسلمان، اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ [illegible] عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین اور کفر مبین، اور سجدہ تحیت حرام و گناہ [illegible] کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہائے تکفر

منقول ہے۔" (الزبدۃ الزکیہ)

اونچی اور شاندار قبروں سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

"خلاف سنت ہے۔ میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔" (الملفوظ حصہ سوم)

تاہم وہ ایسی بنی ہوئی قبروں کے گرانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ اس سے قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے اور مسلمانوں کی قبریں گرانے اور ان کی بے حرمتی کرنے کا جواز شریعت میں کہیں بھی ثابت نہیں۔

طواف مزار کے بارے میں فرمایا۔

"مزار کا طواف بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بہ خانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیئے۔" (الملفوظ)

روضہ انور کی جالی شریف کے بوسے کے بارے میں ہدایت فرمائی۔

"خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے۔ بلکہ چار ہاتھ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی۔"

(انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارت)

مزید فرمایا:

"روضہ انور کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔" (ایضاً)

میت کے گھر شادیوں کی طرح احباب اور دوستوں کے اجتماعات اور دعوتوں کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح

اور شدید گناہوں، بدعت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

(اہل الصوت نہی الدعوۃ امام الموت)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔" (ایضاً)

اور میت کی طرف سے کھانا تیار کرنے میں اس احتیاط کی تلقین فرمائی۔

"اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود و بالغ راضی ہوں۔" (ایضاً)

ضعیف الاعتقاد لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں، فلاں نے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں۔ اور اس درخت اور طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو شیرینی اور چاول وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں، ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں یہ سب واہیات وخرافات اور جاہلانہ حماقت وبطالات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم ہے۔"

آخری چہار شنبہ کے بارے میں یوں تحقیق فرماتے ہیں۔

"آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی، اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے ابتلائے (ابتلائے سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم اسی دن تھی۔"

— علم غیب کے بارے میں ان کا عقیدہ دیکھئے، فرماتے ہیں۔

"علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے۔" (خالص الاعتقاد)

مزید فرماتے ہیں۔

"اگر تمام اہل علم اگلے پچھلے سب کے علوم جمع کئے جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے۔" (ایضاً)

اور اپنے بارے میں واضح اعلان فرماتے ہیں کہ

"کہ اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب۔" (ایضاً)

الغرض حق پوری شدت سے آپ نے تمام نہاد صوفیوں کا رد فرما کر عامۃ المسلمین کو ان کے شر سے محفوظ فرمایا۔

علماء سو کا دوسرا طبقہ اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا کیونکہ ان کی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول کو محو کر دیا جائے، وہ محبت رسول، جو ایمان کی جان ہے جس کے بغیر ایمان، ایمان نہیں بلکہ کفر بن جاتا ہے انہوں نے ایسی ایسی عبارتیں اپنی کتابوں میں لکھ کر شائع کروائیں جنہیں نقل کرتے وقت قلم بھی کانپ جاتا ہے تاہم چار عبارتیں یہاں درج کی جاتی ہیں تاکہ حقیقت حال کا اندازہ ہو سکے۔

۱۔ مولانا عبد السمیع رامپوری نے اپنی کتاب "انوار ساطعہ" میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی بیان کرتے ہوئے ایک عقلی دلیل یہ دی تھی کہ شیطان اور ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع علم اور اختیار عطا فرمایا ہے کہ شیطان آن واحد میں دنیا بھر میں لاتعداد افراد کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور انہیں گناہ کی ترغیب دیتا ہے اور ملک الموت ایک ہی لمحے میں لاکھوں افراد کی جانیں قبض کرتا ہے۔ گویا وہ دونوں ساری دنیا کا علم بھی رکھتے تھے اور بیک وقت دنیا کے لاتعداد مقامات پر حاضر بھی ہو سکتے ہیں۔

جب شیطان اور ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع علم اور اختیار عطا فرمایا ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ مولانا

خلیل احمد انبیٹھوی نے اس کے رد میں براہین قاطعہ لکھی اور مولانا عبدالسمیع کا رد ان الفاظ میں کیا۔

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" (براہین قاطعہ)

اب مولانا خلیل احمد سے کوئی پوچھے کہ آپ کو شیطان اور ملک الموت کی وسعت علمی کے بارے میں تو نص قطعی نظر آگئی لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کے بارے میں جو لاتعداد نصوص قرآن پاک میں موجود ہیں، انہیں آپ کی آنکھ کیوں نہ دیکھ سکی؟ اور پھر یہ کیا راز ہے کہ شیطان اور ملک کی وسعت علمی کو ثابت کرنا تو عین اسلام ٹھہرا لیکن فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی بات کرنا شرک ثابت کرنا قرار پایا۔

۲- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک نے خاتم النبیین فرمایا اور اس آیت کے نزول سے لے کر اب تک تمام علماء اس کا ترجمہ آخری نبی ہی کرتے آئے لیکن جانے کیوں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس معنی کو عوام کا خیال کہہ کر رد کر دیا۔ اور اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں یوں گوہر افشانی فرمائی۔

"اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں

"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"

فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" [۱]

ـــــــــــــــــــ

[۱] تحذیر الناس صفحہ ۳ مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند

گویا خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ افضل نبی ہے اور پھر نبی پاک کی "افضلیت" ان الفاظ میں ثابت کی کہ

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" [۱]

ملت کے متفقہ مفہوم سے روگردانی کرنے کے بعد اکابرین ملت پر اپنی برتری کا اظہار اس عاجزانہ انداز میں فرمایا۔

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم اس مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔"

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں   بغلط برہدف زند تیرے" [۲]

اسے اتفاق کہیے یا باقاعدہ ایک منظم سازش، کہ اس صاحب کی اس ٹھکانے کی بات، شائع ہونے کے "تو" چند سال بعد ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی خاتم النبیین کا یہی مفہوم بیان کرتے ہوئے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کر دیا۔ [۳]

ـــــــــــــــــــ

[۱] ایضاً صفحہ ۲۸

[۲] ایضاً صفحہ ۲۹

[۳] تحذیر الناس سب سے پہلے ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء) میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع ہوئی (مولانا محمد احسن نانوتوی صفحہ ۲۳۲ از محمد ایوب قادری) اور براہین احمدیہ کا پہلا اور دوسرا حصہ ۱۸۸۰ء میں، تیسرا حصہ ۱۸۸۲ء میں اور چوتھا حصہ ۱۸۸۴ء میں پہلی بار شائع ہوا (روحانی خزائن جلد نمبر ۱ صفحہ ... جلال الدین شمس مینیجنگ ڈائریکٹر شرکت اسلامیہ ربوہ)

"مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک جگہ اپنی نبوت کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے۔

"اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا جو براہین احمدیہ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔ اور ظاہر ہے کہ نذیر کا لفظ اسی مرسل کے لئے خدا تعالیٰ نے استعمال کرتا ہے جس کی تائید میں یہ مقدر ہوتا ہے کہ اس کے منکروں پر کوئی عذاب نازل ہو گا کیونکہ نذیر ڈرانے والے کو کہتے ہیں اور وہی نبی ڈرانے والا کہلاتا ہے جس کے وقت میں کوئی عذاب ہونا مقدر ہوتا ہے۔ اب آج سے چھبیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام نذیر رکھا گیا (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۲ از مرزا غلام احمد مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء)

یہ عبارت ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی اور بقول مرزا قادیانی اس سے ۲۶ سال پہلے یعنی ۱۸۸۱ء میں اسے ڈرانے والا نبی بنا کر بھیجا گیا (معاذ اللہ)

مرزا غلام احمد نے اگرچہ واضح طور پر اعلان نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا لیکن اس عبارت سے ایک بات بالکل واضح ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ تحذیر الناس کی اشاعت کے بعد جلد ہی مرزا نے اپنے "اعلان نبوت" کے بنیادی عمل کو آغاز کر دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جو نظریہ پیش کیا چند سال بعد مرزا قادیانی نے اس پر عمل کر دکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کی نظر میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ بقول ان کے "مرزا کی نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مصلحت سے حضرت مولوی محمد قاسم کو خاتمیت محمدیہ کے اصل مفہوم کی وضاحت کے لئے الہاماً فرمایا"

مشہور قادیانی مصنف ابو العطا جالندھری نے ان الفاظ میں تحذیر الناس کے اس مفہوم کو منزل من اللہ قرار دیا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر آنے والا مجدد امام مہدی اور مسیح موعود بھی تھا اور اسے امتی نبوت کے مقام سے سرفراز کیا جانے والا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مصلحت سے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتمیت محمدیہ کے اصلی مفہوم کی وضاحت کے لئے الہاماً فرمایا"۔ (افادات قاسمیہ صفحہ ۱ مصنف ابو العطاء جالندھری مطبوعہ مکتبۃ الفرقان ربوہ)

شاید اسی لئے علامہ اقبال نے یہ نظریہ قائم کیا کہ "قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے" (اقبال کے حضور صفحہ ۲۶۱ جلد اول از سید نذیر نیازی مطبوعہ اقبال اکادمی کراچی)

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر یوں تبصرہ فرمایا۔

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"[1]

ہم اس انداز تحریر پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتے البتہ اتنا ضرور پوچھیں گے کہ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے خود مصنف کا نام لکھ دیا جائے اور یہی عبارت یوں پڑھی جائے۔

"مولانا اشرف علی تھانوی کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل اگر بعض علوم مراد ہیں، تو اس میں مولانا اشرف علی کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچے) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (ڈنگروں ڈھوروں) کے لئے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے سب کو عالم کہا جاوے" تو کیا مولانا کے ارادت کیش برا نہیں مانیں گے؟ اور کیا مولانا کو عالم کہنا چھوڑ دیں گے؟

---

[1] حفظ الایمان صفحہ ۸ مطبع مجتبائی دہلی

۴۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ ایک شخص وقوع کذب باری کا قائل ہے۔ (یعنی معاذ اللہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جھوٹ بولا) تو ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر اور مسلمان ہے تو بدمذہب گمراہ ہے یا کیسا ہے۔

مولانا نے اس جواب میں فرمایا۔

"اگرچہ اس شخص نے تاویل آیات میں خطا کی، تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیے کیونکہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علماء سلف کی قبول کرتی ہے۔ تخلف وعید خاص ہے اور کذب عام کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعدہ ہوتا ہے گاہ وعید، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے۔ انسان اگر موجود ہو تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا، لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، اگرچہ بعض کسی فرد کے ہوں۔ بنا برعلیہ اس شخص کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔"

(فتویٰ مہری دستخطی گنگوہی بحوالہ سوانح اعلیٰحضرت)

یہ فتویٰ ۱۳۰۸ھ میں چھپا تو جری کا پل بھی ۱۳۰۹ھ میں مولانا نذیر احمد رامپوری نے رشید احمد گنگوہی پر کفر کا فتویٰ دیا اور اس کی رد میں ایک کتاب صیانۃ الناس بھی میرٹھ سے چھپی۔ علاوہ ازیں ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی اور ۱۳۲۰ھ میں مطبع تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے بھی اس کے رد میں رسالے چھپے (سوانح اعلیٰحضرت امام احمد رضا)

اس قسم کی بھانت بھانت کی بولیاں بول کر اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کی مکروہ کوششیں ہو رہی تھیں۔ یہ بات تو ایک عام مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا، چہ جائے کہ ایک ایسا شخص خاموشی سے دیکھتا اور سنتا رہتا، جسے اللہ تعالیٰ نے تجدیدی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ لہٰذا امام احمد رضا خاں نے ان کفریہ عبارتوں کے شائع کرنے والے ذمہ دار افراد سے خط و کتابت کی اور ان کفریہ عبارتوں سے رجوع کرنے کی اپیل کی۔ رجسٹریاں پر رجسٹریاں کیں اور ان کی اشاعت بھی کی لیکن افہام و تفہیم کی اس تمام مراسلت کا منفی جواب

دیا گیا۔ آخر میں حجت شرعیہ قائم کرتے ہوئے امام احمد رضا نے یہ تحریر کیا۔

"یہ آخری دعوت ہے، اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی غوغے پر التفات نہ ہوگا (دافع الفساد)

اس آخری دعوت کو بھی کئی سال گزر گئے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو مجبوراً ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند نامی فتویٰ جاری ہوا جس میں مندرجہ ذیل پانچ افراد کی تکفیر کی گئی۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی، ۲۔ محمد قاسم نانوتوی، ۳۔ رشید احمد گنگوہی، ۴۔ خلیل احمد انبیٹھوی، اور ۵۔ اشرف علی تھانوی۔

المعتمد المستند حجاز مقدس میں پہنچی تو مکہ و مدینہ کے مندرجہ ذیل ۳۴ علماء نے اس کی تصدیق فرمائی۔

علماء مکہ معظمہ

۱۔ شیخ محمد سعید بابصیل مفتی شافعیہ، ۲۔ شیخ احمد ابوالخیر خطیب مسجد حرام، ۳۔ شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ، ۴۔ شیخ علی بن صدیق کمال، ۵۔ شیخ عبد الحق مہاجر مکی، ۶۔ سید اسماعیل بن خلیل حافظ کتب خانہ حرم، ۷۔ سید مرزوقی ابو حسین، ۸۔ شیخ عمر بن ابی بکر، ۹۔ شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ، ۱۰۔ شیخ علی بن حسین مالکی، ۱۱۔ شیخ محمد علی بن حسین مکی، ۱۲۔ شیخ جمال بن محمد، ۱۳۔ شیخ اسعد بن احمد، ۱۴۔ شیخ عبد الرحمن دہان، ۱۵۔ مولانا محمد یوسف افغانی مدرس مدرسہ صولتیہ حرم شریف، ۱۶۔ مولانا شیخ احمد مکی (خلیفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی) مدرس مدرسہ صولتیہ حرم شریف، ۱۷۔ شیخ محمد یوسف، ۱۸۔ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل، ۱۹۔ شیخ عبد الکریم ناجی داغستانی، ۲۰۔ شیخ محمد سعید بن محمد یمانی، ۲۱۔ شیخ احمد محمد جداوی۔

علماء مدینہ منورہ

۲۲۔ شیخ تاج الدین الیاس مفتی مدینہ، ۲۳۔ شیخ عثمان داغستانی سابق مفتی مدینہ، ۲۴۔ سید احمد جزائری مالکی، ۲۵۔ شیخ خلیل

بن ابراہیم خربوتی، ۲۶۔ شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی شیخ الدلائل، ۲۷۔ شیخ محمد بن احمد عمری، ۲۸۔ سید عباس بن سید جلیل، ۲۹۔ شیخ عمر بن حمدان محرسی مالکی، ۳۰۔ سید محمد بن محمد حبیب مدنی، ۳۱۔ شیخ محمد بن موسیٰ، ۳۲۔ سید شریف احمد برزنجی مفتی شافعیہ، ۳۳۔ شیخ محمد عزیز مالکی اندلسی، ۳۴۔ شیخ عبدالقادر توفیق طرابلسی مدرس مسجد نبوی۔

صرف یہی نہیں بلکہ عرب و عجم کے لاتعداد علماء نے متفقہ طور پر مذکورہ بالا پانچ افراد کی تکفیر کی۔ سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ:

"اتنے اکابر مشائخ علماء نے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا کہ چودہ صدیوں میں کسی فرقے کے کسی مجرم فرقہ پرستی جرم کی تعداد کا اتفاق تاریخ میں موجود نہیں۔" (انوار رضا)

گویا ایک طرف صرف پانچ علماء اور ان کے چند ساتھی تھے، اور دوسری طرف دنیا بھر کے علماء، کم از کم چاہئے تو یہ تھا کہ ملت اسلامیہ کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے یہ لوگ توبہ کر کے اپنی عاقبت سنوارتے اور مذکورہ کفریہ عبارتیں اپنی کتابوں سے حذف کر کے ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو منتشر ہونے سے بچا لیتے لیکن بدقسمتی سے انہیں ایسا کرنے کی توفیق نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے ڈاکٹر گوئبلز کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے الٹا امام احمد رضا خاں کو کافر گر کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ان کا قلم جتنا محتاط ہے شاید ہی کسی کا ہو مثلاً مولانا اسماعیل دہلوی کی چند نشان بھر کے علماء نے تکفیر کی لیکن امام احمد رضا نے یہ فرمایا کہ:

"ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرنے سے ڈریں گے" (سل السیوف الہندیہ) اور یہ کہ "علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔" (سبحن السبوح)

شاید اس لئے کہ اسماعیل دہلوی کے بارے میں یہ غیر مصدقہ ہی سہی ایک بات مشہور ہوگئی تھی کہ انہوں نے آخری عمر میں اپنی کفریہ عبارتوں سے رجوع کر لیا تھا۔

کافر گری کے اس جھوٹے پراپیگنڈے کا تذکرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا خاں خود لکھتے ہیں:

"ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہل سنت کے فتوائے تکفیر کا کیا اعتبار! یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے تھے اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ کو کہہ دیا، اور مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا، جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی کو کہہ دیا۔ غرض جس کا معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگوار نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین الہ آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑ دی کہ عیاذاً باللہ معاذ اللہ حضرت شیخ سیدنا اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا، مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آیت کریمہ

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا پر عمل فرمایا، خط لکھ کر دریافت کیا، جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ کر ارسال ہوا، اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تازیانہ بھیجا، غرض ہم پر کچھ ایسے افترا و بہتان کرتے ہیں (حسام الحرمین)

امام احمد رضا کی زندگی میں تو یہ لوگ کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ ان کا ایک قلم ہی زمانے بھر کے مفسدوں کے لئے کافی تھا لیکن ان کے وصال کے بعد یہ تحریک زور پکڑ گئی، اور ڈاکٹر گوئبلز کی پالیسی کے مطابق اتنا جھوٹ بولا گیا کہ وہ سچ معلوم ہونے لگا۔ کفر کا فتویٰ جو دنیا بھر کے علماء نے لگایا تھا لیکن نزلہ صرف امام احمد رضا پر گرا اور ان کی اس حد تک کردار کشی کی گئی کہ نئی پود اس عظیم مجدد دین و ملت کو فی الواقع کافر گر سمجھنے لگی، ڈاکٹر

محمد مسعود احمد کے الفاظ میں: "ایک جماعت تعریف و توصیف تو درکنار ان کے متعلق بات بتانا بھی گوارا نہیں کرتی اور شدت تنفر کا یہ عالم ہے کہ اگر بالفرض بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو تو معاذ اللہ ابلیس لعین سمجھ کر اس سے منہ موڑ لیں"

(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں)

گویا ڈاکٹر گوسلر کی طرز پر چلائی ہوئی یہ تحریک پوری طرح کامیاب رہی لیکن ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا امام احمد رضا واقعی اس کے مستحق تھے جو نصف صدی کے مسلسل منفی پراپیگنڈے نے انہیں دیا۔ اس مقصد کے لئے مندرجہ ذیل باتیں ذہن میں رکھنا ہوں گی

۱۔ امام احمد رضا نے المعتمد المستند کے نام سے جو فتویٰ ۱۹۰۲ء میں شائع کر دیا اس کی بنیاد شاہ فضل رسول بدایونی کے فتویٰ المعتقد المنتقد پر رکھی گئی۔ جو نصف صدی پہلے ۱۸۵۳ء میں شائع ہو چکا تھا۔ آپ نے اس پر تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا تھا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ پانچوں علماء کی عرب و عجم کے علماء نے متفقہ طور پر تکفیر فرمائی تھی۔

۳۔ امام احمد رضا نے بھی جیسے کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے پوری چھان پھٹک اور انہیں تفہیم کی مراسلت کے بعد یہ قدم اٹھایا تھا۔ اور اس کی تسلی علماء حرمین نے بھی خوب اچھی طرح کر لی تھی جیسا کہ مدینہ منورہ کے مقتدر عالم الشیخ عبد القادر توفیق شلبی طرابلسی فرماتے ہیں کہ

لم تسلک سادتنا العلماء الاخیار الاثبات والاعتماد وعلی قواطع براهین الائمة الاثبات لا بمجرد تخمین و اخبار مرتقبین یوما تشخص فیه الابصار (حسام الحرمین ص۵۵)

ہمارے علماء کے سرداروں نے اس وقت تکفیر کی راہ چلی جبکہ نور ثبوت پایا اور ائمہ مجتہدین کی قطعی حجتوں پر اعتماد فرمایا، محض اندازے سے اور خبر کی بنیاد پر، اس دن کا خوف کرتے ہوئے جس میں آنکھیں ٹنگی کی ٹنگی رہ جائیں گی۔

۴۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ "جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت

نہ کی بجز مولانا عبد الحی کے" (الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص۵۸۰)

گویا صرف امام احمد رضا ہی نہیں بلکہ ہندوستان بھر میں ایک کے سوا تمام علماء نے مولانا قاسم نانوتوی کی مخالفت کی تھی کیونکہ انہوں نے خاتم النبیین کے متفقہ معنی (آخری نبی) سے انحراف کیا تھا۔

۵۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے خاتم النبیین کے بارے میں فیصلہ دیا کہ

ان اللغة العربية حاكمة بان معنى خاتم النبيين في الاية هو آخر النبيين لا غير [1]

ترجمہ: بے شک عربی زبان کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے، دوسرا کوئی معنی نہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ مفتی صاحب موصوف نے اس متفقہ معنی سے انحراف کرنے والے پر ان الفاظ میں کفر کا فتویٰ بھی لگایا:

اجمعت عليه الامة فيكفر مدعى خلاف هذا ويقتل ان اصر [2]

یعنی امت محمدیہ کا خاتم النبیین کے اس معنی پر اجماع و اتفاق ہے، لہٰذا اس کا دوسرا معنی کرنے والا کافر قرار پائے گا، اور اگر اس پر اصرار کرے تو قتل کیا جائے گا۔

۶۔ خود دار العلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات مولانا مرتضیٰ حسن دربھنگی امام احمد رضا خان کو ان الفاظ میں حق بجانب ثابت کرتے ہیں: "اگر خان صاحب (امام احمد رضا خان) کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر ان کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔ جیسے علماء اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے، تو اب علماء اسلام پر مرزا صاحب

---

[1] (ہدیۃ المہدیین ص۴۲ از مفتی محمد شفیع)

[2] ایضاً ص۳۵

اور مرزائیوں کو کافر مرتد کہنا فرض ہوگیا، اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ
کہیں چاہے وہ لاہوری ہوں یا قادیانی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے کیونکہ جو
کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔" (اشد العذاب، از مولانا مرتضیٰ حسن)

۲۔ مولانا انور شاہ کشمیری صدر دیوبند بھی مولانا شبلی نعمانی کے بارے میں اس قسم کا فتویٰ
دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وانما الوح على العين الناس ان ليس من الدين ان يخفى عن كافر ۔ ۱

یعنی میں شبلی نعمانی کی یہ بدعقیدگی اور بدمذہبی لوگوں کے سامنے اس لئے ظاہر کرتا
ہوں کہ دین اسلام میں کافر کے کفر کو چھپانا جائز نہیں۔

کتنے اچنبھے کی بات ہے کہ ایک فتویٰ پر عرب و عجم کے علماء متفق ہیں۔ ایک فرد، جس کی
تکفیر کی گئی ہندوستان بھر میں ایک سوا تمام علماء اس کے مخالف ہیں، خود اس مکتب کے
مفتی محمد شفیع، انہیں کافر اور قابل قتل قرار دے رہے ہیں۔ اس مدرسہ کے ناظم تعلیمات
امام احمد رضا پر یہ فتویٰ دینا فرض قرار دے رہے ہیں۔ دیوبند کی ترجمان و مرکزی شخصیت
مولانا انور شاہ کشمیری بھی کہہ رہے ہیں کہ کفر کو چھپانا جائز نہیں، لیکن جب وہی بات امام
احمد رضا کے منہ سے نکلتی ہے تو انہیں "کافر گر" کے خطاب سے نوازا جاتا ہے!

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا الحب للہ والبغض للہ کا مکمل نمونہ تھے ان
کا کہنا ہے کہ "بحمد اللہ مجھے بچپن سے دشمنانِ خدا سے نفرت رہی ہے یہ نہ صرف مجھے بلکہ میرے
بچوں کے بچوں کو بھی ان سے عداوت ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوگیا
کہ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو
خدا کی قسم ایک ٹکڑے پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ تحریر ہوگا۔ ۱

۱ (الملفوظ حصہ سوم)

دشمنانِ خدا و رسول سے اسی نفرت نے ہی انہیں مذکورہ افراد کی تکفیر پر مجبور کیا،
چنانچہ وہ حسام الحرمین میں احتیاط تکفیر اور اتمام حجت کے بعد تکفیر کا سبب یہی بیان کرتے
ہیں۔ فرماتے ہیں:

"الحمد للہ وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار
بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا۔ اب رنجش ہوگئی!
جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت ہو تھی اب پیدا ہوگئی؟ حاشا للہ مسلمانوں کا علاقہ
محبت و عداوت صرف محبت خدا اور رسول ہے۔ ۱

اور یہ بات ان کے بدترین دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ خود مولانا اشرف علی
تھانوی فرماتے ہیں: "میرے دل میں احمد رضا کے لئے بے حد احترام ہے، وہ ہمیں
کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتا ہے۔ کسی ذاتی غرض سے تو نہیں کہتا۔" ۲

جب یہ بات مسلم ہے اور اپنے پرائے تمام اسے تسلیم کرتے ہیں، کہ ان کا یہ فتویٰ
عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر تھا، تو ان پر کافر گری کی پھبتی اچھی نہیں لگتی، لیکن بدقسمتی
سے محض مخالفت برائے مخالفت کی بنا پر ایسا کیا گیا، نہ صرف یہ بلکہ انہیں مغلظ گالیوں سے
نوازا گیا۔ ان کے ایک مخالف نے ۱۱۲ صفحات کی ایک کتاب "شہاب ثاقب" لکھی۔ جس
میں بقول مولانا محمد اجمل سنبھلی ۲۴۰ گالیاں امام احمد رضا کو دی گئیں (انوار رضا) لیکن امام
رضا کے اس عظیم پیکر نے اُف تک نہیں کی۔

وہ خود فرماتے ہیں

۱ حسام الحرمین مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۶
۲ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء

دکیں برا فحش گالیاں دیتے ہیں بعض تو مغلظات سے بھرے ہوئے بیرنگ خطوط بھیجتے ہیں، پھر ایسے نہیں الٹا اعلم کئے آتے ہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اس لئے کہ میری ذات پر گفتگو کریں تو میں شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے مجھے دین حق کے لئے سپر بنایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے گالیاں دیتے برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص سے باز رہتے ہیں، ادھر نے کبھی اس کے جواب کا وہم بھی نہیں۔ اور نہ کبھی برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت ان کی عزت پر نثار ہونے ہی کے لئے ہے۔ بلکہ ان پر نثار ہونا ہی عزت ہے" (الملفوظ)

ایک دوسری جگہ آپ یوں فرماتے ہیں۔

"اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں اور روزانہ اس بندۂ خدا امام احمد رضا کو پچاس ہزار مغلظ گالیاں سنائیں اور لکھ کر شائع فرمائیں " مگر اس قدر پر پیٹ بھر ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر منظور ہے کہ اس بندۂ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا۔ اولیاء علماء قدست اسرارہم کو بھی گالیاں دیں تو اپنی حجم پر علم، اے خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو اس کے آباء و اجداد کی آبرو بدگویوں کی زبانوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے سپر ہو رہے (حسام الحرمین، فلاح و فوائد فتویٰ)

الغرض انہوں نے علماء سوء کے مذکورہ دونوں طبقوں کے خلاف جہاد کیا اور اس راستے میں آنے والی تمامتر مشکلات اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ ؎

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے تجدیدی کاموں کو سمیٹنا انتہائی مشکل ہے۔ آپ نے اتمام

کیا ہے جس کے لئے ایک کل جماعت کی ضرورت تھی۔ آپ نے مذہب، سیاست، معیشت غرضیکہ ہر میدان میں ملت اسلامیہ کی راہنمائی فرمائی جن کا تذکرہ ہم آئندہ صفحات میں کریں گے آپ نے بہت سے مردہ علوم مثلاً تکسیر، ہیئت، نجوم، جفر، زیجات وغیرہ کو دوبارہ زندگی بخشی بہت سی مردہ سنتوں کو زندہ فرمایا مثلاً جمعہ کی اذان ثانی کو نبی پاک خلفائے راشدین کی سنت کے مطابق خطیب کے سامنے مسجد کے دروازے پر دلانے کا رواج قائم کیا، آج ہندوستان پاکستان، افغانستان، ترکی اور افریقہ و ایشیا کے ممالک میں جہاں کہیں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے دروازے پر دی جاتی ہے وہ آپ ہی کی مبارک کوششوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنے کی بدعت کے خلاف آواز اٹھائی۔ اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلعم یا صہ لکھنے کو حرام ثابت کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کے ساتھ رض اور بزرگوں کے ناموں کے ساتھ رح لکھنا بھی ناپسندیدہ قرار دیا کہ یہ بدعت قبیحہ بزرگوں کی شان گھٹانے والوں کی ایجاد ہے۔ (سوانح اعلیٰحضرت، محمود رضا)

تصنیف وتالیف

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، اعلیٰحضرت نے پوری جماعت کے برابر کام [کیا] ہے آپ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام میرے ذمہ فرما دیا ہے۔ اگر دس آدمی میری امداد کو ہوتے تو جو کچھ بیٹھے ہیں ہے کسی قدر باہر آجاتا"۔ (الملفوظ)

اور آخری عمر میں ایک مرتبہ فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری عمر سے دس گنا کام لے لیا ہے یہ اس کا انتہائی فضل و کرم ہے۔" (انوار رضا)

آپ نے آٹھ سال کی عمر میں زمانۂ طالب علمی میں ہدایۃ النحو کی عربی زبان میں شرح لکھی اور غالباً یہی ان کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ سال، ۱۰ ماہ ۵ دن کی عمر میں آپ نے باقاعدہ فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔ اسی دن پہلا فتویٰ جو آپ نے تحریر

فرمایا وہ یہ تھا کہ اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا تو کیا حکم ہے
آپ نے مختصر انداز میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے
پیٹ میں پہنچے گا، حرمتِ رضاعت لائے گا (انوار رضا)

سرعت تحریر کا یہ عالم ہے کہ آپ نے حضرت شیخ حسین بن صالح کی
کتاب الجوہرۃ المضیۃ کی عربی شرح صرف دو دن میں لکھی اور مشہور عربی کتاب الدولۃ المکیۃ
صرف آٹھ گھنٹے میں۔

مولانا محمد حسین رضا خاں کے مطابق آپ نے اپنی ۵۴ سالہ تصنیفی زندگی میں اوسطاً
۵۶ صفحات روزانہ تحریر فرمائے (انوار رضا)

لیکن اس سرعت تحریر کے باوجود انہوں نے میدان تحقیق میں جو کمال دکھائے ہیں
انہیں دیکھ کر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہیں خصوصی تائید ایزدی حاصل تھی اور اللہ تعالے
نے انہیں علم لدنی کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا مثلاً اپنی مشہور رسالہ کتاب "حسن التعمم"
میں اعلیحضرت نے تیمم کے بارے میں ۳۱۱ امور بیان کیے ہیں جن میں ۱۸۱ سے تیمم جائز ہے
ان میں سے ۷۴ امور متقدمین نے بیان فرمائے اور ۱۰۷ خود اعلیحضرت نے۔ اسی طرح ۱۳۰
اشیاء سے تیمم کے عدم جواز کو بیان فرمایا جن میں ۵۸ اشیاء بقتضا متقدمین نے بیان فرمائیں
اور ۷۲ اعلیحضرت نے۔

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلا کہنے کے جواز میں ایک کتاب (الامن والعلی)
لکھی جس میں ۵۰ سے زیادہ آیات اور ۲۷۰ احادیث نقل فرمائیں۔ اسی طرح آپ نے صبح
صادق کے وقت کی تحقیق فرمائی کہ جب آفتاب افق سے ۱۸ درجے نیچے ہوتا ہے، تو
اس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب ۱۸ درجے کی انحطاط پر ہوتی ہے ہندوستان
کی تاریخ میں شاید پہلی مرتبہ آپ ہی نے بریلی میں طلوع فجر اور نمازوں کے اوقات کا
دائمی نقشہ مرتب فرمایا۔

رویت ہلال کے سلسلے میں آپ نے زمین کے ایک درجہ کی قدر ۶۹٫۰۵۴۷ میل
نکالی۔ غرضیکہ قدیم وجدید تمام علوم میں آپ نے تحقیق کا حق ادا کیا اور مندرجہ ذیل علوم میں
ایک ہزار سے زیادہ تصانیف فرمائیں۔

۱۔ قرآن، ۲۔ حدیث، ۳۔ اصول حدیث، ۴۔ فقہ، ۵۔ اصول فقہ، ۶۔ تقابل ادیان،
۷۔ تفسیر، ۸۔ عقاید، ۹۔ جدل، ۱۰۔ کلام، ۱۱۔ نحو، ۱۲۔ صرف ۱۳۔ معانی، ۱۴۔ بیان، ۱۵۔ بدیع،
۱۶۔ منطق، ۱۷۔ مناظرہ، ۱۸۔ فلسفہ، ۱۹۔ تکسیر، ۲۰۔ ہیئت، ۲۱۔ حساب، ۲۲۔ ہندسہ، ۲۳۔ قرأت،
۲۴۔ تجوید، ۲۵۔ تصوف، ۲۶۔ سلوک، ۲۷۔ اخلاقیات، ۲۸۔ اسماء الرجال، ۲۹۔ سیر، ۳۰۔ تاریخ
۳۱۔ لغت، ۳۲۔ ادب عربی، ۳۳۔ ارثماطیقی، ۳۴۔ جبر و مقابلہ، ۳۵۔ حساب سینی، ۳۶۔
لوگارثمات، ۳۷۔ توقیت، ۳۸۔ مناظر و مرایا، ۳۹۔ اکر، ۴۰۔ زیجات، ۴۱۔ مثلث کروی،
مثلث سطح، ۴۳۔ ہیئت جدیدہ، ۴۴۔ مربعات، ۴۵۔ جفر، ۴۶۔ زائرجہ، ۴۷۔ علم الفرائض،
۴۸۔ عروض، ۴۹۔ قوافی، ۵۰۔ نجوم، ۵۱۔ اوفاق، ۵۲۔ فن تاریخ (اعداد) ۵۳۔ ادب فارسی
۵۴۔ ادب ہندی، ۵۵۔ ادب اردو، ۵۶۔ خطاطی (خط نسخ، خط نستعلیق، خط مستقیم
خط شکستہ وغیرہ۔ [1]

ترجمہ قرآن پاک

فہم قرآن پاک میں آپ اپنے دور میں بے مثال تھے۔
قرآنی علوم کی جو وسعت آپ کو عطا کی گئی تھی، دوسروں
کا مرغ تخیل بھی وہاں تک پہنچنے نہیں پایا۔ ایک مرتبہ آپ نے بریلی میں ۱۲ ربیع الاول کے
جلسہ میلاد میں بسم اللہ کے بائے جارہ (ب) اور اسم اللہ پر کئی گھنٹے تقریر فرمائی، اس
تقریر کا خلاصہ شمس الہدیٰ کالج پٹنہ کے پرنسپل مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی کتاب
"حیات اعلیحضرت" میں چودہ صفحات میں قلمبند کیا ہے [2] جو دیکھنے کے قابل ہے۔

---

[1] (اجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ از احمد رضا خاں)

[2] یہ تقریر المیلاد النبویہ کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ منہ۔

اور ایک دفعہ شاہ عبدالقادر بدایونی کے عرس میں سورۃ الضحیٰ پر مسلسل چھ گھنٹے تقریر فرمائی اسی موقعہ پر فرمایا کہ سورۃ الضحیٰ کی چند آیات کی تفسیر میں ۸۰ جزو لکھ کر چھوڑ دیا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھ سکوں (سوانح اعلیٰحضرت)

یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر حالات امام احمد رضا کو فرصت دیتے تو وہ ایسی تفسیر لکھتے جو اردو زبان کی بہترین اور ضخیم ترین تفسیر ہوتی لیکن افسوس کہ انہیں حاسدین اور مخالفین نے ایک پل بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا، تاہم انہوں نے صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی اعظمی کے اصرار پر تھوڑا سا وقت نکالا اور ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں کنزالایمان کے نام سے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا جسے متفقہ طور پر اردو کا بہترین ترجمہ تسلیم کیا گیا ہے۔

کنزالایمان سے پہلے تقریباً ۵۰ تراجم قرآن شائع ہوئے اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عربی عبارت کو اردو کا روپ دے دینا اور بات ہے اور مفہوم قرآنی اور مدعائے باری کو سمجھ کر قرآن کریم کا ترجمہ کرنا اور بات ہے۔

اردو کے مشہور ادیب ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے قرآن پاک کا ترجمہ دہلی کی ٹکسالی زبان میں کیا اور عربی محاوروں کے مقابلے میں اردو محاورے استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن ان کے شوقِ محاورہ بندی کے نتیجے میں جو ترجمہ مرتب ہوا ہے اردو زبان و ادب کی تاریخ میں تو شاید کوئی جگہ مل جائے لیکن اسے ترجمۂ قرآن کہنا خود قرآن سے زیادتی ہے کیونکہ شوقِ محاورہ بندی انہیں فہم قرآن سے بہت دور لے گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ شائع ہوتے ہی مسلمانانِ ہند نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور آج اسے جانتا بھی کوئی نہیں۔

لیکن ڈپٹی نذیر احمد یا کسی اور صاحب ترجمہ کے نقائص گنوانا ہمارا موضوع نہیں ہم تو صرف اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ ۱۹۱۱ء میں کنزالایمان کے نام سے جو ترجمہ امام احمد رضا نے کیا، اس کا اردو تراجم میں کیا مقام ہے، اس مقصد کے لئے ہم صرف چند مثالیں

[illegible] ص ۱۳

پیش کریں گے۔

۱۔ آغاز قرآن ہی کو لیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ کسی نے "میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے" کیا تو کسی نے "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے" لیکن امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ کیا ہے "اللہ کے نام سے شروع" گویا کسی کا ترجمہ قرآن لفظ "میں" سے شروع ہوتا ہے تو کسی کا لفظ شروع سے، لیکن ترجمۂ اعلیٰحضرت کنزالایمان کا آغاز لفظ اللہ سے ہوتا ہے جو عظمت خداوندی کے عین مطابق ہے۔

۲۔ اللہ یستہزئ بھم کا ترجمہ دیکھئے۔

اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے (سرسید)

اللہ ان کو بناتا ہے (ڈپٹی نذیر احمد)

ان دغابازوں سے خدا ہنسی کرتا ہے (فتح محمد جالندھری)

اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی (مرزا حیرت دہلوی)

اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے۔ (وحید الزماں)

اور اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (امام احمد رضا)

ٹھٹھا کرنا، بنانا، ہنسی کرنا، ہنسی اڑانا، دل لگی کرنا، جیسے محاورات کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے استعمال کرنا صریح گستاخی ہے۔ لیکن لفظی ترجمہ کی دھن میں فاضل مترجمین کا خیال اس طرف بالکل نہیں گیا لیکن چونکہ امام احمد رضا مقام الوہیت سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ صریح غلطی نہیں کی۔

۳۔ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ۔

اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے

(مولانا اشرف علی تھانوی۔)

اس آیت میں لنعلم کا ترجمہ دیگر مترجمین نے اس طرح کیا ہے۔

ہم جان لیں (سر سید احمد خان) ہم معلوم کر لیں (ڈپٹی نذیر احمد)

ہم معلوم کریں (مولانا محمود الحسن) ہمیں معلوم ہو جائے (مرزا حیرت دہلوی)

یہ تراجم دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا معاذ اللہ خدا نے علام الغیوب کو پہلے علم نہیں تھا۔ لیکن امام احمد رضا کے ترجمے میں یہ اشکال پیدا نہیں ہوتا اور ان کا ترجمہ اردو محاورے کے عین مطابق ہے ان کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

"اور اے میرے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اس لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔"

۴۔ فظن ان لن نقدر علیہ۔

اور یونس نے سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو (مولانا محمود الحسن)

اور یونس نے خیال کیا ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے (فتح محمد جالندھری)

انکو (یونس کو) ایسا واہمہ گزرا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے (ڈپٹی نذیر احمد)

تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے (امام احمد رضا)

دیگر مترجمین نے نقدر کو القدرۃ سے مشتق سمجھتے ہوئے یہ ترجمہ کیا۔ حالانکہ ایک ادنیٰ مسلمان بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ اسے پکڑ نہ سکے گا۔ نقدر دراصل القدر سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے "تنگی کرنا" یہی ترجمہ اعلیحضرت نے کیا۔ اور یہی منشا خداوندی ہے۔

۵۔ اھدنا الصراط المستقیم کا ترجمہ مولانا اشرف علی نے کیا ہے "بتلا دیجیے ہم کو راستہ سیدھا۔" لیکن یہ بات واضح ہے کہ نماز کافر نہیں بلکہ مسلمان پڑھتا ہے اور مسلمان وہی ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ بتلا دیا۔ اس طرح مولانا

اشرف علی کے ترجمہ پر تحصیل حاصل کا اعتراض آئے گا۔

لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ بالکل واضح اور صاف ہے "ہم کو سیدھا راستہ چلا" (کنز الایمان) یعنی اے اللہ ہم اسلام کا سیدھا راستہ دیکھ چکے ہیں اب ہمیں اس راستہ پر چلا بھی

۶۔ وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ۔

مولانا عاشق الٰہی دیوبندی نے یوں ترجمہ کیا۔

"اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہو گئے"

حالانکہ نبی نافرمانی کرنے سے معصوم ہوتا ہے اور گمراہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ اگر معاذ اللہ وہ خود خدا کی نافرمانی کرنے لگے اور گمراہ ہو جائے تو دوسروں کو راہ پر کیسے لائے گا۔ اعلیحضرت کا ترجمہ اس عیب سے پاک ہے۔

"اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی" (کنز الایمان)

گویا آدم علیہ السلام نے جان بوجھ کر نافرمانی نہ کی تھی بلکہ بھولے سے لغزش ہو گئی تھی اور دیکھئے "گمراہ ہوئے" اور "راہ نہ پائی" میں کتنا واضح فرق ہے۔

۷۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (پ۳)

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے (مولانا محمود الحسن)

مولانا مودودی نے مکر کا ترجمہ چال کیا ہے [1] لیکن دیکھنا ہے کہ کیا مکر، داؤ یا چال وغیرہ اللہ تعالیٰ کی شان لائق ہے؟ اور ان عیوب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے کیا ایمان مجروح نہیں ہوتا؟ جب عربی لغت میں مکر کا ترجمہ خفیہ تدبیر بھی ہے تو جانے

---

[1] تفہیمات حصہ اول صفحہ ۲۳۲ از ابوالاعلیٰ مودودی۔ نوٹ: بعد میں تفہیم القرآن کے ترجمہ میں مولانا مودودی نے اپنی اس غلطی کا احساس کرتے ہوئے مکر کا ترجمہ خفیہ تدبیر ہی کیا (صابر)

ان مترجمین کی توجہ اس طرف کیوں نہیں گئی۔

امام احمد رضا خاں نے بہی پاکیزہ اور ایمان افروز ترجمہ کیا ہے۔

"اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے" (کنزالایمان)

۸۔ قالوا تاللہ انک لفی ضلٰلک القدیم (پ۱۳) کا ترجمہ مولانا محمود الحسن نے یوں کیا۔

"وہ لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے۔"

اور مولانا اشرف علی نے یوں کیا۔

"وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔"

ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف غلطی اور غلط خیال کی نسبت کتنی فاش غلطی ہے جبکہ عربی لغت میں ضلٰل کے معنی از خود رفتگی کے بھی آتے ہیں تو ان کا استعمال یہاں کیوں نہ کیا جائے۔ امام احمد رضا کا ایمان افروز ترجمہ ملاحظہ کریں۔

"بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔"

۹۔ ووجدک ضالا فہدی کا ترجمہ بھی مولانا محمود الحسن نے یوں کیا۔

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی" لیکن یہ ترجمہ کرتے وقت مولانا کی توجہ اس طرف بالکل نہیں گئی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بھٹکنا محال ہے۔ کیونکہ نص قطعی اس کی نفی کرتی ہے خدا تعالٰے واضح فرماتا ہے کہ،

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی :

تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے۔

اب کچھ اور تراجم بھی دیکھئے مولانا محمد اشرف علی اس آیت کا ترجمہ ایسے کرتے ہیں :

"اور اللہ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ دکھایا۔"

مولانا ابوالاعلٰی مودودی کا ترجمہ دیکھئے اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت کی۔

لیکن امام احمد رضا ترجمے میں ان حضرات کی طرح راہ بھٹکتے ہیں اور نہ ہی ناواقف راہ اور شریعت سے بے خبری ہیں ان کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

۱۰۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد کا ترجمہ مودودی نے یوں کیا ہے۔

"اے محمد کہہ دے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔" (تفہیمات حصہ دوم صفحہ ۱)

اور مولانا عبدالشکور کاکوروی تو بالکل ہی مقام رسالت کو فراموش کر گئے

"میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدا تعالٰے کا پیغام لایا ہوں (ماہنامہ النجم لکھنؤ جون ۱۹۳۷ء)

لیکن مقام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا شناسا اور رخ مصطفٰے کا دیوانہ، احمد رضا، اس نازک ترین مقام میں بھی کتنا ہوشیار دکھائی دیتا ہے۔

"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔"

۱۱۔ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ (پ۲)

مولانا اشرف علی کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالٰے نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے اجزا کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔"

اہل، اہلال سے ہے۔ جس کا ترجمہ یہاں نامزدگی کیا گیا ہے جس سے کئی پیچیدہ مسائل جنم لیتے ہیں اور اس ضمن میں ایسی بہت سی چیزوں کو بھی حرام کہنا پڑے گا جنہیں اللہ

تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا۔ اھلال کا ترجمہ عربی لغت میں رفع الصوت عند الذبح کیا گیا ہے۔ یعنی ذبح کے وقت آواز بلند کرنا اور یہی یہاں مراد ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ ذبح کے وقت اگر بسم اللہ اکبر کی بجائے بسم محمد یا بسم شیخ عبدالقادر وغیرہ پکارا جائے گا تو جانور حرام ہو جائے گا، اور ذبح سے پہلے اس جانور کو کسی بھی شخص کی طرف منسوب کرنے سے وہ حرام نہ ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عربی لغت کے عین مطابق اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے۔

"جز ایں نیست کہ حرام کردہ است بر شما مردار را و خون را و گوشت خوک را و آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا"

اور امام احمد رضا نے بھی اسی طرح ترجمہ فرما کر عبارت کے مفہوم کو بالکل واضح کر دیا ہے

"اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں، مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو"

اور تقریباً تمام اسلاف اسی معنی پر متفق ہیں۔

الغرض امام احمد رضا نے عربی لغت کی روشنی میں منشائے خداوندی کو سمجھا اور قرآنی آیات کو اردو کا روپ دے دیا۔ جبکہ اکثر و بیشتر مترجمین نے عبارت کے ظاہری اور زبان زد مفہوم کے مطابق ترجمہ کر کے مقام الوہیت اور مقام رسالت کو مجروح کیا ہے۔

ترجمہ میں امام احمد رضا کا انداز تخاطب بھی ان کی عالمانہ اور عارفانہ شان کا آئینہ دار ہے۔ قل کے فرمان خداوندی کا ترجمہ کرتے وقت دیگر مترجمین نے افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ مثلاً قل یا ایہا الکافرون کے ترجمہ میں قل کا ترجمہ بعض نے یوں کیا ہے "آپ فرما دیجئے" اور بعض نے "تو کہہ"۔ دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ یہ قل کا خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور نبی پاک مخلوق میں سب سے افضل بلکہ مقصود کائنات۔

"آپ فرما دیجئے" اردو بولنے کے مطابق ایسا انداز خطاب ہے جو چھوٹا بڑے کو کہتا ... اور "تو کہہ" ایک ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو مقام و مرتبہ میں بہت ہی کمزور درجے کا ہو ... یہ دونوں خطاب ہی شان خداوندی اور شان رسالت کے لائق نہیں ہو سکتے۔ ... دونوں کے درمیان ایک تیسرا خطاب ہوگا۔ "تم فرماؤ" اور امام احمد رضا نے ... الاصول و ضبطہا کو مدنظر رکھتے ہوئے قل کا ترجمہ "تم فرماؤ" ہی کیا ہے جس ... معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقام الوہیت اور مقام رسالت سے کس حد تک آشنا ہیں اور ادب و شوق ... اس پر خار وادی میں کس قدر احتیاط سے چلتے ہیں۔ امام احمد رضا کا ترجمہ اتنا صحیح، مکمل اور جامع ... کہ اردو کے زیادہ تر مفسرین نے اسی ترجمہ پر تفسیریں لکھی ہیں۔ اس ترجمہ پر صدر الافاضل مولانا ... نعیم الدین مراد آبادی نے خزائن العرفان، مفتی احمد یار خان نے نور العرفان اور اشرف التفاسیر (تفسیر نعیمی)، مفتی محمد ولی نے تنویر القرآن، مولانا حشمت علی خان لکھنوی نے جواہر البیان، مولانا سعید المصطفیٰ ازہری نے احسن البیان المعروف تفسیر ازہری، علامہ غلام معین الدین نے لعم البیان تحریر فرمائیں۔ علاوہ بریں مفتی عزیز احمد، علامہ غلام رسول سعیدی اور ملک ... محمد اعوان نے بھی کنز الایمان پر کام کیا ہے (ماہنامہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم)

آپ کی دوسری قابل ذکر تصنیف فتاویٰ رضویہ ہے جس کی بارہ ضخیم جلدیں ہیں اور ہر جلد ... ایک ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ فتاویٰ رضویہ دنیائے اسلام کی چند ضخیم ترین کتب ... میں شمار ہوتی ہے۔ اہل ذوق تحقیق کے لیے ایسے دریا موجزن ہیں جنہیں دیکھتے ہی ... زبان بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ امام احمد رضا وقت کے امام اعظم ہیں بلکہ معظم کے شیخ

... ۱۹۳۰ء میں مسلم یونیورسٹی ... بمبئی یونیورسٹی سے ... مستشرق، جو قانونی دنیا میں پروفیسر ... کے نام سے ... جانا پہچانا جاتا ہے، نے فتاویٰ رضویہ کو فتاویٰ عالمگیری کے بعد ... عربی میں لکھی جانے والی عظیم ترین کتاب ...

... (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ص ۱۲، نور احمد قادری)

اسماعیل بن خلیل نے تیمم کے بارے میں ایک فتویٰ دیکھا تو فرمانے لگے،

"واللہ اقول والحق اقول انہ لو راھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ولجعل مؤلفہا من جملۃ الاصحاب"

اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس فتویٰ کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب (امام محمد، امام ابو یوسف وغیرہ) کے زمرے میں شامل فرما لیتے۔

مشہور اہلحدیث عالم مولانا نظام الدین احمد پوری نے آپ کا ایک فتویٰ دیکھا تو پکار اٹھے۔

"مولانا شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں"

(سوانح سراج الفقہاء)

لیکن افسوس کہ فتاویٰ رضویہ اپنی ضخامت کے سبب ابھی تک پاکستان میں زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔ مشہور ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز، سعید اور کچھ دوسرے اداروں نے اس کی اشاعت کی طرف توجہ کی مگر چند جلدوں کی اشاعت کے بعد ان کی ہمت جواب دے گئی۔ صرف فتاویٰ رضویہ ہی نہیں بلکہ آپ کی سیکڑوں کتابیں ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ ابھی تک آپ کی کتابوں کی مکمل فہرست بھی دستیاب نہیں ہو سکی ہے[1] اب آل انڈیا سنی تبلیغ اور مرکزی مجلس رضا نے اس طرف توجہ دی ہے، خدا ان کو انہیں اس نیک مقصد میں کامیاب فرمائے۔

---

[1] مشہور مورخ علامہ نور احمد قادری اپنی تصنیف "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی" ص ۱۲ (مطبوعہ مکتبہ شاہراہ لیاقت حیدری روڈ کراچی مجریہ جنوری ۱۹۸۰ء) میں لکھتے ہیں کہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے پروفیسر الیاس برنی نے قیام پاکستان سے پہلے امام احمد رضا کی ایک ہزار تصانیف کی ایک علمی فہرست ترتیب دی تھی۔

(ضیا)

فہرست کتب امام احمد رضا

آپ کی تصانیف کی جو نامکمل فہرست معلوم ہو سکی وہ حسب ذیل ہے ہم نے یہ فہرست "انوار رضا" سے لی ہے۔

تفسیر

۱۔ الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ (عربی)، ۲۔ نائل الراح فی فرق الریح و الریاح (فارسی)، ۳۔ انوار الحکم فی معانی میعاد استجب لکم (فارسی)، ۴۔ الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام (اردو)، ۵۔ النفحۃ الفائحۃ من مسک سورۃ الفاتحۃ (اردو)، ۶۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی (عربی)، ۷۔ حاشیہ عنایۃ القاضی (عربی)، حاشیہ معالم التنزیل (عربی)، حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (عربی)، حاشیہ الدر المنثور (عربی)، ۱۱۔ حاشیہ تفسیر خازن (عربی)، ۱۲۔ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (عربی)

حدیث و اصول حدیث

۱۳۔ الروض البہیج فی آداب التخریج (عربی)، ۱۴۔ الفاحص عن طرق احادیث الخصائص (عربی)، ۱۵۔ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (عربی/اردو)، ۱۶۔ تلألؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک (عربی/اردو)، ۱۷۔ ذیل المدعا لاحسن الوعا (اردو)، ۱۸۔ انباء الحاذق بمسلک الشقاق (اردو)، ۱۹۔ اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد (اردو)، ۲۰۔ الہدایۃ المبارکۃ فی خلق الملائکۃ (اردو)، ۲۱۔ الہاد الکاف فی حکم الضعاف (اردو)، ۲۲۔ مدارج طبقات الحدیث (عربی)، ۲۳۔ الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معاویۃ (عربی/اردو)، ۲۴۔ الاجازۃ الرضویۃ، ۲۵۔ فصل القضاء فی رسم الافتاء، ۲۶۔ حاشیہ الکشف عن تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف، ۲۷۔ حاشیہ صحیح بخاری شریف، ۲۸۔ حاشیہ صحیح مسلم شریف، ۲۹۔ حاشیہ ترمذی شریف، ۳۰۔ حاشیہ نسائی شریف، ۳۱۔ حاشیہ ابن ماجہ شریف، ۳۲۔ حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر، ۳۳۔ حاشیہ تقریب، ۳۴۔ حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل، ۳۸۔ حاشیہ طحاوی شریف، ۳۹۔ حاشیہ سنن دارمی شریف، ۴۰۔ حاشیہ خصائص کبریٰ، ۴۱۔ حاشیہ کنز العمال، ۴۲۔ حاشیہ الترغیب والترہیب، ۴۳۔ حاشیہ کتاب الاسماء والصفات، ۴۴۔ حاشیہ القول البدیع، ۴۵۔ حاشیہ نیل الاوطار، ۴۶۔ حاشیہ المقاصد الحسنۃ، ۴۷۔ حاشیہ اللآلی المصنوعۃ

۴۸۔ حاشیہ موضوعات کبیر، ۴۹۔ حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۵۰۔ حاشیہ تذکرۃ الحفاظ، ۵۱۔ حاشیہ عمدۃ القاری، ۵۲۔ حاشیہ فتح الباری، ۵۳۔ حاشیہ ارشاد الساری، ۵۴۔ حاشیہ حاشیہ نصب الرایہ، ۵۵۔ حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ۵۶۔ حاشیہ فیض القدیر شرح جامع صغیر، ۵۷۔ حاشیہ مرقاۃ المفاتیح، ۵۸۔ حاشیہ اشعۃ اللمعات، ۵۹۔ حاشیہ مجمع بحار الانوار، ۶۰۔ حاشیہ فتح المغیث، ۶۱۔ حاشیہ العلل المتناہیہ، ۶۲۔ حاشیہ میزان الاعتدال، ۶۳۔ حاشیہ تہذیب التہذیب ۶۴۔ حاشیہ خلاصہ تہذیب الکمال۔

عقائد و کلام

۶۵۔ صفوۃ الجنابۃ فی اعلام الحمد والہدایۃ، ۶۶۔ السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور، ۶۷۔ معین المطالب فی شیون ابی طالب اردو، ۶۸۔ مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (اردو) ۶۹۔ اعتقاد الاحباب (اردو) ۷۰۔ البشری العاجلہ من تحف آجلہ، ۷۱۔ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (اردو) ۷۲۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (اردو) ۷۳۔ حیات الموات فی بیان سماع الاموات (اردو) ۷۴۔ الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ (اردو) ۷۵۔ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام (اردو) ۷۶۔ ذب الاہواء الواہیہ فی باب الامیر معاویہ (اردو) ۷۷۔ فتاوی القدوہ لکشف (اردو) ۷۸۔ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (اردو) ۷۹۔ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار (اردو) ۸۳۔ رد الرفضہ (اردو) ۸۴۔ دفع فتنۃ الیاس (اردو) ۸۵۔ قہر الدیان علی مرتد بقادیان (اردو) ۸۶۔ حسام الحرمین (عربی) ۸۷۔ مبین احکام وتصدیقات اعلام (اردو) ۸۸۔ الفیوضات الملکیہ (عربی) ۸۹۔ تمہید ایمان بآیات قرآن (اردو) ۹۰۔ سبحٰن السبوح (اردو) ۹۱۔ المبین ختم النبیین (اردو) ۹۲۔ مقال عرفا باعزاز شرع وعلما (اردو) ۹۳۔ لمعۃ الشمعہ (اردو) ۹۴۔ الجرح الوالج (اردو) ۹۵۔ الصمصام الحیدری (اردو) ۹۶۔ مبین الہدی (اردو) ۹۷۔ الصارم الربانی علی اسراف قادیانی (اردو) ۹۸۔ المفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب (اردو) ۹۹۔ المعتقد والکلام (اردو) ۱۰۰۔ الفرق الوجیز (اردو) ۱۰۱۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش (اردو) ۱۰۲۔ حاشیہ شرح فقہ اکبر (عربی) ۱۰۳۔ حاشیہ خیالی، ۱۰۴۔ حاشیہ شرح شرح عقائد عضدیہ، ۱۰۵۔ حاشیہ

شرح مواقف، ۱۰۶۔ حاشیہ شرح مقاصد، ۱۰۷۔ حاشیہ مسامرہ و مسایرہ، ۱۰۸۔ حاشیہ التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ، ۱۰۹۔ حاشیہ الیواقیت والجواہر، ۱۱۰۔ حاشیہ مفتاح السعادہ، ۱۱۱۔ حاشیہ تحفۃ الاخوان، ۱۱۲۔ حاشیہ الصواعق المحرقہ، ۱۱۳۔ تنبیہ الجہال (اردو) ۱۱۴۔ جوابہائے ترکی بترکی (اردو) ۱۱۵۔ الرائحۃ العنبریہ (اردو) ۱۱۶۔ اخبار کی جرگری (اردو) ۱۱۷۔ چابک لیث (اردو)

فقہ و اصول فقہ، لغت فقہ، فرائض، تجوید

۱۱۸۔ تقاریر الفیصل (اردو) ۱۱۹۔ احکام احکام (اردو) ۱۲۰۔ النفس الفکری فی قربان البقر (اردو) ۱۲۱۔ الامر باحترام المقابر (اردو) ۱۲۲۔ اقامۃ القیامہ (اردو) ۱۲۳۔ حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ (عربی) ۱۲۴۔ النعیم المقیم فی فرحۃ مولد النبی الکریم (اردو) ۱۲۵۔ اجلال الصفا بعید الاصطفا (اردو) ۱۲۶۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (اردو) ۱۲۷۔ المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرہ (عربی) ۱۲۸۔ الجبل الحدد ان ساب المصطفی مرتد (عربی اردو) ۱۲۹۔ اجود القری لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القری (اردو) ۱۳۰۔ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا (اردو) ۱۳۱۔ الاحلی من السکر (اردو) ۱۳۲۔ جمال الاجمال (عربی) ۱۳۳۔ منتہی المرام (عربی) ۱۳۴۔ معدل الزلال فی اثبات الہلال (اردو) ۱۳۵۔ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور (اردو) ۱۳۶۔ البارقۃ اللمعاء (عربی) ۱۳۷۔ الجمل المجید (عربی) ۱۳۸۔ انوار الانتباہ (اردو) ۱۳۹۔ انہار الانوار (اردو) ۱۴۰۔ اہلاک السبیل (اردو) ۱۴۱۔ النہی الاکید (اردو) ۱۴۲۔ صیقل الرین (عربی) ۱۴۳۔ ازکی الاہلال (اردو) ۱۴۴۔ باب غلام مصطفی (اردو) ۱۴۵۔ التحبیر بباب التدبیر، ۱۴۶۔ احسن المقاصد (اردو) ۱۴۷۔ اذن کامل (عربی) ۱۴۸۔ صفائح اللجین (اردو) ۱۴۹۔ اعلام الاعلام (عربی) ۱۵۰۔ تبیان الوضو (اردو) ۱۵۱۔ الحلاوۃ والطلاوۃ (عربی) ۱۵۲۔ حکم رجوع من ولی فی نفقۃ العرس والجہاز والحلی (اردو) ۱۵۳۔ المنح الملیحہ فیما نہی عن اجزاء الذبیحہ (عربی) ۱۵۴۔ الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ علی بنی ہاشم (اردو) ۱۵۵۔ تجلی المشکوۃ (اردو) ۱۵۶۔ التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد (اردو) ۱۵۷۔ حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (اردو) ۱۵۸۔ تحفۃ المرجان (اردو) ۱۵۹۔ حباب الانوار (اردو) ۱۶۰۔ الجود الحاکم

(اردو) ۱۶۱۔ سرور العید السعید (اردو) ۱۶۲۔ الصافیۃ الموحیہ (عربی) ۱۶۳۔ النطرہ (عربی) ۱۶۴
الطرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (عربی) ۱۶۵۔ الاستقلال (عربی) ۱۶۶۔ فتح الملیک (عربی) ۱۶۷۔
الحبیب الوجیز (اردو) ۱۶۸۔ ربیع المدارک (اردو) ۱۶۹۔ جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت (اردو)
۱۷۰۔ تیسیر الزاد (عربی) ۱۷۱۔ الامن والعلی (اردو) ۱۷۲۔ برکات الامداد (اردو) ۱۷۳۔ بذل الجوائز
(اردو) ۱۷۴۔ رحیق الاحقاق (اردو) ۱۷۵۔ الحسنی والدرر (اردو) ۱۷۶۔ وشاح الجید (اردو) ۱۷۷
وصاف الرجیح (اردو) ۱۷۸۔ القعقودۃ المرصعہ (اردو) ۱۷۹۔ سبل الاصفیاء ۱۸۰۔ بشر تعجیل (اردو)
۱۸۱۔ اطائب التہانی فی النکاح الثانی (اردو) ۱۸۲۔ رد التحصیل والوباء (اردو) ۱۸۳۔ سلب الثلب
(عربی اردو) ۱۸۴۔ رعایۃ المذہب (عربی اردو) ۱۸۵۔ حق الاحقاق (عربی اردو) ۱۸۶۔ حاجز البحرین
(اردو) ۱۸۷۔ لوامع البہاء (فارسی) ۱۸۸۔ الکاس الدہاق (عربی) ۱۸۹۔ القطوف الدانیہ (عربی اردو)
۱۹۰۔ الرد الاشد البہی (اردو) ۱۹۱۔ نقد البیان (عربی) ۱۹۲۔ ہادی الاضحیہ (اردو) ۱۹۳۔ المقصد النجی
(اردو) ۱۹۴۔ النہی الحاجز (اردو) ۱۹۵۔ شفاء الوالہ (اردو) ۱۹۶۔ مروج النجا (اردو) ۱۹۷۔
تجویز الرد (اردو) ۱۹۸۔ ہبۃ النساء (اردو) ۱۹۹۔ الاعلام (اردو) ۲۰۰۔ التحریر الجید (اردو)
۲۰۱۔ الوفاق المتین (اردو) ۲۰۲۔ ازالۃ العار (اردو) ۲۰۳۔ تفاسیر الاحکام (اردو) ۲۰۴۔ [illegible] الجید
(اردو) ۲۰۵۔ الشرعۃ البہیۃ (اردو) ۲۰۶۔ ماحی الضلالۃ (عربی اردو) ۲۰۷۔ الجام الصاد (اردو)
۲۰۸۔ حجب العوار (عربی) ۲۰۹۔ لب الشعور (عربی) ۲۱۰۔ خیر الآمال (عربی) ۲۱۱۔ الفقہ التسجیلی (عربی)
۲۱۲۔ افصح البیان (عربی اردو) ۲۱۳۔ الحجۃ الاسمار (اردو) ۲۱۴۔ طرق اثبات ہلال (اردو) ۲۱۵۔
تیجان الصواب (فارسی) نور الجاہرہ (عربی) ۲۱۶۔ الاحکام والعلل (عربی اردو) ۲۱۸۔ مرقاۃ الجمان
(اردو) ۲۱۹۔ اجلی التحبیر (اردو) ۲۲۰۔ [illegible] الطغیان (اردو) ۲۲۱۔ اوفی اللمعۃ فی اذان الجمعۃ (اردو)
۲۲۲۔ [illegible] (اردو) ۲۲۳۔ اعالی الافادہ (اردو) ۲۲۴۔ [illegible] (اردو) ۲۲۵۔ اکد
التحقیق (فارسی اردو) ۲۲۶۔ اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین (اردو) ۲۲۷۔ ہدایۃ الجنان
(اردو) ۲۲۸۔ [illegible] الناس (اردو) ۲۲۹۔ مجلی الاصر (اردو) ۲۳۰۔ رد القضاۃ (اردو) ۲۳۱

الجود الحلو (عربی اردو) ۲۳۲۔ التشویق [illegible] (عربی اردو) ۲۳۳۔ الطراز المعلم ۲۳۴۔ لمع الاحکام (عربی
اردو) ۲۳۵۔ بدایۃ المتعال (اردو) ۲۳۶۔ الحق المجتلی (اردو) ۲۳۷۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس
الدراہم (عربی) ۲۳۸۔ [illegible] (عربی اردو) ۲۳۹۔ تیسیر الماعون (اردو) ۲۴۰۔ السہم الشہابی (اردو)
۲۴۱۔ [illegible] (اردو) ۲۴۲۔ مقاد البحر (اردو) ۲۴۳۔ بدر الانوار (اردو) ۲۴۴۔ الہادی الحاجب
(اردو) ۲۴۵۔ شمائم العنبر (عربی) ۲۴۶۔ الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ (عربی) ۲۴۷۔ فصل القضاء (عربی)
۲۴۸۔ الجوہر الثمین (عربی) ۲۴۹۔ الطراز المذہب (اردو) ۲۵۰۔ [illegible] حسان فی اجابۃ الاذان (عربی)
۲۵۱۔ شوارق النساء (عربی) ۲۵۲۔ لمعۃ الشمعۃ (عربی) ۲۵۳۔ البدور الاجلہ (اردو) ۲۵۴۔ نور الادلہ
(اردو) ۲۵۵۔ رفع العلۃ (اردو) ۲۵۶۔ [illegible] المعقود (عربی اردو) ۲۵۷۔ ایذان الاجر (اردو) ۲۵۸
رعایۃ المذہبین (اردو) ۲۵۹۔ رشاقۃ الکلام (اردو) ۲۶۰۔ البیان شافیا (اردو) ۲۶۱۔ جد الممتار
(عربی) ۲۶۲۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ (عربی اردو فارسی) ۲۶۳۔ التاج المکلل (عربی)
۲۶۴۔ السیوف الجلیہ (اردو) ۲۶۵۔ اعز النکات (اردو) ۲۶۶۔ اطائب الصیب (عربی اردو) ۲۶۷
حسن المجہود (عربی) ۲۶۸۔ المقصد النافع (اردو) ۲۶۹۔ طیب الامعان (عربی اردو) ۲۷۰۔ تجلیۃ السلم
(فارسی اردو) ۲۷۱۔ براءت نامہ انجمن اسلامیہ بانس بریلی (اردو) ۲۷۲۔ نعم الزاد (فارسی) ۲۷۳۔ الاسد
الصول (فارسی) ۲۷۴۔ ہدم الغفران (فارسی) ۲۷۵۔ اجتناب العمال (اردو) ۲۷۶۔ [illegible] (اردو)
۲۷۷۔ البرق المخیب (اردو) ۲۷۸۔ العطر المطیب (عربی اردو) ۲۷۹۔ الامامۃ القاصفہ (عربی اردو)
۲۸۰۔ [illegible] (عربی اردو) ۲۸۱۔ [illegible] (عربی اردو) ۲۸۲۔ الرد النہائی (اردو) ۲۸۳۔ [illegible] العار
(اردو) ۲۸۴۔ قوانین العلماء اسلام ۲۸۵۔ [illegible] (اردو) ۲۸۶۔ تبویب الاشباہ والنظائر (عربی)
۲۸۷۔ اجلی نجوم رجم (اردو) ۲۸۸۔ السیف [illegible] (اردو) ۲۸۹۔ الطلبۃ البدیعۃ (اردو) ۲۹۰۔ حاشیہ
فواتح الرحموت (عربی) ۲۹۱۔ حاشیہ حموی (عربی) ۲۹۲۔ حاشیہ الاسعاف (عربی) ۲۹۳۔ حاشیہ
اتحاف الابصار (عربی) ۲۹۴۔ حاشیہ کشف الغمہ (عربی) ۲۹۵۔ حاشیہ [illegible] (عربی) ۲۹۶۔
حاشیہ کتاب الخراج (عربی) ۲۹۷۔ حاشیہ معین الحکام (عربی) حاشیہ میزان الشریعۃ الکبری (عربی)

۴۱۲۔ قرۃ التمام (عربی فارسی)، ۴۱۳۔ فتاویٰ کرامات غوثیہ (عربی فارسی)، ۴۱۴۔ دیوان العشق (عربی)
۴۱۵۔ اکسیر اعظم فارسی، ۴۱۶۔ سلسلۃ الذہب (فارسی)، ۴۱۷۔ ذریعۂ قادریہ (اردو)، ۴۱۸۔ فضائل
فاروق (اردو)، ۴۱۹۔ نظم معطر (فارسی)، ۴۲۰۔ مشرقستان قدس (اردو)، ۴۲۱۔ چراغ انس (اردو)
۴۲۲۔ وظیفۂ قادریہ (اردو)، ۴۲۳۔ حضور جان نور (اردو)، ۴۲۴۔ لغت و اصطلاحات (اردو)
۴۲۵۔ بدر الانوار (اردو)، ۴۲۶۔ مناقب صدیقیہ اردو، ۴۲۷۔ حاشیہ فضل رسول (عربی)، ۴۲۸
مدائح فضل رسول (عربی)، ۴۲۹۔ نذر گدا (اردو)، ۴۳۰۔ سرگزشت و ماجرائے ندوہ (اردو)
۴۳۱۔ ابر المجون (عربی)، ۴۳۲۔ ماحیۃ العیب (اردو)، ۴۳۳۔ سبیل الہداۃ (عربی)، ۴۳۴۔ ازاحۃ
جوائح الغیب (عربی)، ۴۳۵۔ الجلاء الکامل (عربی)، ۴۳۶۔ حاشیہ، حاشیہ، حاشیہ بحریہ (عربی)، ۴۳۷
حاشیہ شرح شفاء (عربی)، ۴۳۸۔ حاشیہ شرح زرقانی عربی، ۴۳۹۔ حاشیہ جواہر الاسرار (عربی)، ۴۴۰۔
حاشیہ الفوائد البہیہ (عربی)، ۴۴۱۔ حاشیہ کشف الظنون (عربی)، ۴۴۲۔ حاشیہ عقود الشذر (عربی)،
۴۴۳۔ حاشیہ خلاصۃ الوفاء (عربی)، ۴۴۴۔ حاشیہ مقدمہ ابن خلدون (عربی)

ادب، نحو، لغت، عروض

۴۴۵۔ صنائع بدیعہ (عربی فارسی ہندی)، ۴۴۶۔ نیح المعطی (اردو)، ۴۴۷۔ اتحاف العلی (اردو)
۴۴۸۔ تبلیغ الکلام (عربی)، ۴۴۹۔ المصدر والافعال، ۴۵۰۔ الزمزمۃ القمریہ اردو، ۴۵۱۔ حاشیہ
مراح عربی، ۴۵۲۔ حاشیہ تاج العروس (عربی)، ۴۵۳۔ حاشیہ میزان الافکار فارسی، ۴۵۴۔ شرح مقالہ
نافعہ (اردو)، ۴۵۵۔ مشرقستان اقدس (اردو)، ۴۵۶۔ مطالب ادبی (اردو)، ۴۵۷۔ آمال الابرار و
آلام الاشرار (عربی اردو)

زیجات

۴۵۸۔ معتمد المطالع للتقویم والطالع اردو، ۴۵۹۔ حاشیہ برجندی عربی، ۴۶۰۔
حاشیہ زیج بہادر خانی (فارسی)، ۴۶۱۔ حاشیہ فوائد بہادر خانی (فارسی)،
۴۶۲۔ حاشیہ زیج الجبانی (عربی)، ۴۶۳۔ حاشیہ جامع بہادر خانی (فارسی)

جفر، تکسیر

۴۶۴۔ الجانب الاکسیر فی علم التکسیر (عربی)، ۴۶۵۔ الثوقب الرضویہ
(عربی)، ۴۶۷۔ الاجوبۃ الرضویہ (عربی)، ۴۶۸۔ رسالہ در علم تکسیر فارسی۔
۴۶۹۔ ۱۵۲ امربعات (اردو)، ۴۷۰۔ حاشیہ الدر المکنون عربی، ۴۷۱۔ الوسائل الرضویہ (عربی)
۴۷۲۔ مجلی العروس (اردو)، ۴۷۳۔ الجفر الجامع (اردو)، ۴۷۴۔ سہیل الکاتب عربی، ۴۷۵۔
رسالۃ فی علم الجفر (عربی)

جبر و مقابلہ

۴۷۶۔ عمل المعادلات (فارسی)، ۴۷۷۔ عمل مساوات تہائے درجہ سوم،
فارسی، ۴۷۸۔ رسالہ جبر و مقابلہ (فارسی)، ۴۷۹۔ حاشیہ القواعد الجلیہ (عربی)

مثلث، ارثماطیقی، لوگارثم

۴۸۰۔ الموہبات (عربی)، ۴۸۱۔ البدور (فارسی)، ۴۸۲
کتاب الارثماطیقی (فارسی)، ۴۸۳۔ رسالہ در علم
مثلث (فارسی)، ۴۸۴۔ تلخیص علم مثلث کروی (فارسی)، ۴۸۵۔ وجوہ زوایا مثلث کروی، فارسی
۴۸۶۔ حاشیہ رسالہ علم مثلث (فارسی)، ۴۸۷۔ رسالہ در علم لوگارثم (اردو)

توقیت، نجوم، حساب

۴۸۸۔ الانجب الانیق فارسی، ۴۸۹۔ کلام الفہیم عربی
۴۹۰۔ زیج الاوقات (اردو)، ۴۹۱۔ تاج توقیت
فارسی، ۴۹۲۔ کشف العلۃ (اردو)، ۴۹۳۔ ازکی الہلال (فارسی)، ۴۹۴۔ درء القبح عن درک وقت
الصبح (اردو)، ۴۹۵۔ سر الاوقات (اردو)، ۴۹۶۔ رویت ہلال رمضان (اردو)، ۴۹۷۔ مسئولیات
السہام (اردو)، ۴۹۸۔ البرہان القویم (اردو)، ۴۹۹۔ استنباط الاوقات (فارسی)، ۵۰۰۔ تسہیل التعدیل
(اردو)، ۵۰۱۔ میول الکواکب و تعدیل الایام (اردو)، ۵۰۲۔ استخراج تقویمات کواکب فارسی، ۵۰۳۔
طلوع و غروب نیرین (اردو)، ۵۰۴۔ حاشیہ زبدۃ المنتخب (عربی)، ۵۰۵۔ ترجمہ قواعد تشکیل الفلک
اردو، ۵۰۶۔ جدول اوقات اردو، ۵۰۷۔ حاشیہ جامع الافکار عربی، ۵۰۸۔ حاشیہ حدائق النجوم
عربی، ۵۰۹۔ حاشیہ خزانۃ العلم (عربی)

ہیئت، ہندسہ، ریاضی

۵۱۰۔ الاشکال الاقلیدس (عربی) ۵۱۱۔ عزم البازی فی جو الریاضی (عربی، فارسی، اردو) ۵۱۲۔ اقمار الانشراح (عربی) ۵۱۳۔ المعراج الوجیز فی تعدیل المرکز (فارسی) ۵۱۴۔ اعالی العطایا (عربی، فارسی) ۵۱۵۔ الجمل الدائرہ (فارسی) ۵۱۶۔ بتیں ولوگارثم (اردو) ۵۱۷۔ جادۃ الطلوع والقمر (عربی) ۵۱۸۔ جداول الریاضی (عربی، فارسی) ۵۱۹۔ مقدار معتدہ (اردو) ۵۲۰۔ معدل صدی ودرتیں ہجری عیسوی وروی (اردو) ۵۲۱۔ طلوع وغروب کواکب وقمر (اردو) ۵۲۲۔ قانون رویت اہلہ (اردو) ۵۲۳۔ کسور اعشاریہ (فارسی) ۵۲۴۔ المعنی المجلی (فارسی) ۵۲۵۔ شرح اختلاف المنظر (فارسی) ۵۲۶۔ مبحث المعادلہ (عربی) ۵۲۷۔ رویت اہلال (اردو) ۵۲۸۔ الکسر العشری (عربی) ۵۲۹۔ استخراج وصول قمر بروج (فارسی) ۵۳۰۔ رسالہ العاد وقمر (عربی) ۵۳۱۔ حاشیہ تحریر عربی ۵۳۲۔ حاشیہ شرح چغمینی (عربی) ۵۳۳۔ حاشیہ علم الہیئت عربی ۵۳۴۔ حاشیہ کتاب الصور (عربی) ۵۳۵۔ جداول برائے جنتری شلث سالہ فارسی ۵۳۶۔ حاشیہ اصول الہندسہ عربی ۵۳۷۔ حاشیہ تحریر اقلیدس عربی ۵۳۸۔ حاشیہ رفع الخلاف عربی ۵۳۹۔ حاشیہ شرح بالکورہ عربی ۵۴۰۔ حاشیہ طیب النفس عربی ۵۴۱۔ حاشیہ شرح تذکرہ (عربی)

فلسفہ منطق

۵۴۲۔ فوز مبین در رد حرکت زمین (اردو) ۵۴۳۔ الکلمۃ الملہمہ اردو ۵۴۴۔ معین مبین اردو ۵۴۵۔ حاشیہ ملا جلال میر زاہد (عربی) ۵۴۶۔ حاشیہ شمس بازغہ عربی ۵۴۷۔ حاشیہ اصول طبعی (اردو)

متفرقات

۵۴۹۔ انتہ التوازی ۵۵۰۔ قاسم الواہیات ۵۵۱۔ اجمل الاعلام ۵۵۲۔ الجام السنۃ ۵۵۳۔ التحفۃ الحنفیہ ۵۵۴۔ الفیوضات الملکیہ ۵۵۵۔ کاسر سفیہ الواہم ۵۵۶۔ الادلی المنوط ۵۵۷۔ مدح رسول ۵۵۸۔ حدائق العطیات ۵۵۹۔ حاشیہ دلالات البرجندی ۵۶۰۔ ہدیۃ المعلمین ۵۶۱۔ المیلاد النبویہ [1]

---

[1] مقالہ امام کی تقیہ ایک تقریب اعلیٰحضرت بریلوی صفحہ

آپ کی زیادہ تر کتابیں عربی زبان میں ہیں اور جو اردو میں ہیں ان کی زبان بھی کافی مشکل ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کی کتابوں کے تراجم و تلخیصات شائع کی جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے مستفید ہو سکیں۔

جامع العلوم

مختلف علوم و فنون میں آپ کو جو کمال حاصل تھا اس کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے فلسفہ میں آپ نے الکلمۃ الملہمہ وغیرہ لکھ کر قدیم فلسفہ کے غیر اسلامی نظریات کا رد بلیغ فرمایا۔ اس میدان میں آپ اس قدر آگے نکل گئے حضرت سید محمد محدث دہلوی کچھوچھوی فرماتے ہیں مثلاً محمود مصنف شمس بازغہ آج ہوتے تو اعلیٰحضرت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتے (ملا نور رضا)

ریاضی میں بھی آپ بے مثل تھے برصغیر کے عظیم تر ین ریاضی داں ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی ریاضی کے ایک مسئلے پر ایسے الجھے کہ انہوں نے مسئلہ کے حل کے لئے جرمنی جانے کا ارادہ کیا لیکن پروفیسر سید سلیمان اشرف کے کہنے پر بریلی میں امام احمد رضا سے ملے تو آپ نے کوئی کتاب دیکھے بغیر فوراً وہ مسئلہ حل کر دیا اس پر ڈاکٹر ضیاء الدین بے اختیار بول اٹھے میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی چیز ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا۔

جب امام احمد رضا نے انہیں اپنی ایک قلمی کتاب دکھائی تو ڈاکٹر صاحب موصوف اسے دیکھ کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے میں نے اس علم کو حاصل کرنے کیلئے بار ہا غیر ممالک کے سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو اس وقت بالکل طفل مکتب سمجھتا ہوں۔ انہیں کی کمالات علمی سے متاثر ہو کر ڈاکٹر صاحب موصوف نے امام احمد رضا کے بارے میں یہ رائے قائم کی کہ صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے (اکرام امام احمد رضا۔ مفتی محمد برہان الحق جبلپوری مرکزی مجلس رضا)

تکسیر مربع عام لوگ دس پندرہ طریقوں سے پر کرنا جانتے ہیں لیکن امام احمد رضا کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری پرنسپل شمس الہدیٰ کالج پٹنہ کو ۱۵۲ طریقوں سے

پڑھنا سکھایا اور وہ خود ۲۲۰۰ طریقوں سے پڑھنا جانتے تھے۔

علم جفر و تکسیر میں تو ایسا کمال حاصل تھا کہ بیرونی ممالک سے علماء یہ علوم سیکھنے کے لئے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔

آپ کو ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں ستاروں اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔ اور وہ وقت بالکل صحیح ہوتا ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو امریکہ کے ایک سائنس دان پروفیسر البرٹ کی ایک ہولناک پیشگوئی الٰہ آباد و پٹنہ بھارت کے انگریزی اخبار ایکسپریس میں شائع ہوئی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد مریخ، زہرہ، زحل اور مشتری قران میں ہوں گے، سورج ان چھ ستاروں کے مقابل آ جائے گا۔ وہ سورج کو اپنی مشترکہ قوت سے کھینچیں گے اور ان کی مقناطیسی لہریں سورج میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کر دیں گی۔ سورج کا وہ داغ کرۂ ہوا میں تزلزل ڈالنے کا طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور زلزلے ہوں گے۔ اور زمین کئی ہفتوں میں اپنی اصلی حالت پر آئے گی۔ اس دہشت ناک پیش گوئی سے لوگوں میں بے چینی پھیل گئی۔ شمس الہدیٰ کالج کے پرنسپل مولانا ظفر الدین بہاری نے آپ کی طرف رجوع کیا تو آپ کی طرف سے ایک تفصیلی بیان اخبارات میں شائع ہوا جس میں آپ نے خاکے اور نقشے بنا کر ثابت کیا کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ان ستاروں کا قران نہیں ہوگا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ

"اپنے اعمال کے سبب اب رب سے ڈرو، ۱۷ دسمبر کی بے اصل بے ہودہ پیش گوئی کا خوف نہ کرو۔ البرٹ کی پیش گوئی ایک باطل وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی" اور جب ۱۷ دسمبر کا دن بخیر و عافیت گزر گیا تو ساری دنیا نے آپ کے علم نجوم کا لوہا مان لیا اور آپ کی شہرت ہندوستان اور عرب ممالک کی سرحدوں سے گزر کر یورپ اور امریکہ تک جا پہنچی۔

(سوانح اعلیٰحضرت)

اسی طرح نواب رامپور کی بیگم بیمار ہوئیں تو انہوں نے مولانا ہدایت رسول رامپوری کے ذریعے اعلیٰحضرت سے اس بیماری کا انجام پوچھا آپ نے لکھ دیا۔

"اگر قفس سے توبہ نہ کی تو اسی ماہ محرم میں رام پور کے اندر مر جائے گی۔"

نواب بیگم کو قفس سے تو منع نہ کر سکا البتہ بیگم سمیت رامپور چھوڑا اور نینی تال چلے گئے کہ اگر وہاں موت واقع ہوئی تو یہ پیش گوئی غلط ثابت ہو جائے گی لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ماہ محرم میں انگریز گورنر سر مسٹن نے انہیں تار کے ذریعے رامپور میں ملنے کی خواہش کی اور رامپور میں جاتے ہی بیگم کی موت واقع ہوگئی۔

آپ نے خود اپنے وصال کی تاریخ وصال سے صرف چار ماہ بائیس روز قبل ہی اس آیت سے نکالی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ (۱۳۴۰ھ)

یعنی خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے انہیں گھیرے ہوئے ہیں۔

اور عین روز وصال فرمایا "پچھلے جمعہ کتنی سہانا آج چارپائی پر جانا ہوگا" اور عین جمعہ کی اذان ثانی کے وقت آپ کا انتقال ہوا (وصایا شریف)

دنیا کے انجام کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"بعض علوم کے ذریعے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔" (الملفوظ حصہ اول)

آپ فلسفہ اور سائنس میں کسی کے پیروکار یا مقلد نہیں اگر پیروکار ہیں تو صرف شریعت مطہرہ کے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے قدیم و جدید سائنسدانوں کے نظریات پر مکمل بحث کی اور ان میں سے جو قرآن و سنت سے ثابت ہوئے انہیں قبول کر لیا، دوسروں کو انتہائی عالمانہ انداز میں قوی دلائل سے

مسترد کر دیا۔

مثلاً قدیم سائنسدان خلا کو محال مانتے تھے۔ اسی طرح ان کے نزدیک انجم کا ٹوٹنا بھی ناممکن تھا لیکن آپ نے قوی دلائل سے ان کا رد کیا۔ اور انجم کے ٹوٹ جانے کی کو قرآنی آیت :

ومزقناهم کل ممزق ،

ترجمہ، اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا۔

کی رو سے ممکن ثابت کر دیا[1]

اسی طرح آپ نے جدید سائنسدان نیوٹن، آئن سٹائن اور البرٹ ایف پورٹا کے نظریات پر بعض قرآنی علوم کی روشنی میں بحث کی[2] اور متعدد کتابیں لکھیں۔

اس کے علاوہ آپ نے سائنس کے بیسیوں مسائل پر تحقیق کی جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں[3]

۱۔ پانی میں رنگ ہے یا نہیں ؟ ، ۲۔ پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ ؟ ، ۳۔ موتی شیشہ بلور پیسنے سے خوب سفید کیوں ہو جاتے ہیں ؟ ، ۴۔ آئینہ میں دراڑ پڑ جائے تو وہاں سفیدی کیوں معلوم ہو جاتی ہے ؟ ، ۵۔ پانی میں مسام ہیں یا نہیں ؟ ، ۶۔ آئینہ میں اپنی صورت کے علاوہ جو چیزیں پیٹھ کے پیچھے ہیں کس طرح نظر آتی ہیں ؟ ، ۷۔ شعاع کی جنس ، ۸۔ شعاعیں جتنے زاویوں پر جاتی ہیں اتنے پر ہی پلٹتی ہیں ، ۹۔ رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں ، ۱۰۔ کان کی ہر چیز پارے سے متولد ہے۔

آج جدید سائنس کی تعلیم عام ہو جانے کے باعث یہ چیزیں عجیب معلوم نہیں ہوتیں

---

[1] سید ریاست علی قادری مضمون ایک عظیم مسلمان سائنسدان، امام احمد رضا خاں معارف رضا صفحہ ۹۳ کراچی

[2] پروفیسر محمد مسعود احمد مضمون جدید وقدیم سائنسی افکار و نظریات اور امام احمد رضا معارف رضا صفحہ ۲۶

[3] سید ریاست علی قادری معارف رضا صفحہ ۹۴

لیکن اس دور میں امام احمد رضا کی یہ تحقیقات منظر عام پر آئیں اس وقت واقعی حیران کن تھیں الغرض آپ کی جامع العلوم شخصیت ہر علم میں بے مثل و یگانہ روزگار تھی۔

سیاسی بصیرت

امام احمد رضا اگرچہ مذہبی رہنما کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں لیکن سیاسی میدان میں ان دنوں بھی وہ کسی سے کم نہیں خصوصاً انہوں نے دو کام ایسے کیے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کی سیاست پر بڑا گہرا اثر ڈالا ایک تو یہ کہ انہوں نے ۱۹۲۱ء میں المحجۃ المؤتمنہ تحریر کر دو قومی نظریہ پیش کیا جس نے پاکستان کو نظریاتی بنیاد مہیا کیں۔ اور دوسرے تحریک احیائے علوم دینیہ کے ذریعے انہوں نے اپنے خلفا اور شاگردوں کی ایسی کھیپ تیار کی جنہوں نے تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا اور کانگرس کی حمایت کرنے والے نیشنلسٹ علماء کا توڑ ثابت ہوئے۔

آپ سیاست میں ہیرا پھیری اور منافقت کے قائل نہیں تھے۔ ان کی سیاست انتہائی پکی اور کھری تھی۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے اس پر ڈٹ جاتے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے موقف سے ہٹا نہیں سکتی تھی چنانچہ تحریک خلافت کے زمانے میں گاندھی جی نے پیغام بھیجا کہ وہ بریلی آ کر آپ سے ملنا چاہتے ہیں تو آپ نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا (انوار رضا)
اس طرح علی برادران آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو گاندھی کی چلائی ہوئی تحریک موالات میں شامل ہونے کی دعوت دی تو آپ نے صاف صاف فرمایا کہ "مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں میں مخالف ہوں۔" اس جواب سے علی برادران کچھ مایوس سے ہو گئے تو آپ نے فرمایا "مولانا میں آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔" (انوار رضا صفحہ ۴۱)

آپ ہندو اور انگریز دونوں سے نفرت کرتے تھے ایک دفعہ کسی نے آپ کے سامنے کہا کہ انگریزوں سے تو آریہ ہی اچھے ہیں، آپ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا یوں کہو کہ انگریز تو آریہ سے بھی برے ہیں یعنی لفظ اچھا دونوں میں سے کسی کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

مشہور نقاد اور صحافی شوکت صدیقی لکھتے ہیں کہ "وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے

اسی قدر کٹر دشمن تھے۔ کہ ان پر ہمیشہ الزامات لگاتے تھے۔ اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔ انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی عدالت کو تسلیم نہیں کیا۔ مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے کبھی بھی عدالت میں حاضری نہیں دی۔ ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلے میں عدالت میں طلب کیا گیا مگر انہوں نے توہین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر رد کر دی کہ میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کروں۔" کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے حاضر عدالت کرنے کے احکامات جاری کئے گئے۔ بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک پہنچا مگر ان کے جانثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔" (ہفت روزہ "الفتح" کراچی ۱۴ مئی تا ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء)

شوکت صدیقی ہی ایک دوسری جگہ اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"مولانا احمد رضا نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا، نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا۔" (ایضاً ۲۸ مئی تا ۴ جون ۱۹۷۶ء)

پاکستان کے ایک مشہور صحافی محمد شفیع (م ش) آپ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"جس وقت ہمارے اسلاف کی بداعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے۔ ان کے عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے اور ہر اس سازش کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر فانی محبت کا رشتہ مٹا کر غیر اسلامی عقائد کی تخم ریزی تھی۔ یہ کارنامہ اعلیٰحضرت نے نہایت نامساعد حالات میں انجام دیا۔ اس لحاظ سے اعلیٰحضرت ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے۔" (نوائے وقت، ۹ جون ۱۹۷۸ء)

دو قومی نظریہ

اسلامی اصول یہ ہے کہ دنیا میں دو ہی قومیں بستی ہیں ایک مسلمان اور دوسری کافر۔ کافر کسی بھی نسل، زبان یا خطے سے تعلق رکھتا ہو، وہ ایک قوم ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں فرما دیا ہے کہ:

اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ

اسی طرح مسلمان کسی نسل، زبان یا خطے سے تعلق رکھتا ہو، وہ ایک قوم کا فرد ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی بقا کے باہمی اسی میں مضمر ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں کی پابندی کرنے کے متحد رہیں۔ مسلمانوں کا آپس میں نفاق رکھنا اور دوسری قوموں کے ساتھ دوستی اور تعاون کرنا ان کے حق میں ہمیشہ زہر قاتل رہا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں دو قومی نظریہ کی تجدید حضرت مجدد الف ثانی سرہندی نے اس وقت فرمائی جب جلال الدین اکبر نے اسلام سے منہ موڑ کر کافروں سے روابط استوار کئے، اور ہندوستان میں اسلامی تشخص اور انفرادیت کی مقدس عمارت کو مسمار کر کے ایک ایسا قومی ہندوستانی مذہب کھڑا کرنے کی ناکام کوشش کی جس میں قوم کی بنیاد نظریاتی وحدت کی بجائے جغرافیائی وحدت پر رکھی گئی تھی۔ لیکن جونہی ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگا کر جلال الدین اکبر نے "دین الٰہی" کا جغرافیائی بُت کھڑا۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی نے اپنے مقدس ہاتھوں میں تیشۂ ابراہیمی لے کر اس کے پرخچے اڑا دیے۔

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد جب انگریز ہندوستان پر بلا شرکت غیرے قابض ہو گئے تو انہوں نے ایک نیا "جمہوری دین الٰہی" "نیشنلزم" کے نام سے پیش کیا اور لارڈ ہیوم کی کوششوں سے آل انڈیا نیشنل کانگرس بنی جس کے پلیٹ فارم سے ایک قومی نظریہ کے سارے پجاری ہندو مسلم اتحاد کے بھجن گانے لگے مگر یہ

جماعت صرف ہندوؤں ہی پر مشتمل ہوتی تو فکر کی کوئی بات نہیں تھی۔ غضب اس وقت ہوا جب اس میں بعض مسلمان رہنما بھی شامل ہو گئے۔ نہ صرف یہ بلکہ کچھ مسلمان نیشنلسٹ علماء بھی کانگریس کے ہم زبان ہو کر ایک قومی نظریہ کا راگ الاپنے لگے۔ اور دوبارہ حضرت ہندو لیڈروں کو مسجدوں میں منبر رسول پر بٹھا کر "ملت از وطن است" کا عملی نمونہ پیش کرنے لگے۔ لیکن وہ نہیں سمجھتے تھے کہ جتنے وہ ہندو کے ساتھ مخلص ہیں، ہندو اس کا ہزارواں حصہ بھی ان کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔

ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ پھر کوئی مجدد اٹھے اور اس نئے "دین الٰہی" کا خاتمہ کردے۔ اس کام کی توفیق اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو دی جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے دو قومی نظریہ کو پھر سے زندہ کر دیا۔

ویسے تو آپ نے ۱۸۹۷ء کی پٹنہ کی کانفرنس میں ملت اسلامیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی لیکن ۱۹۲۰ء میں جب کہ ایک قومی نظریہ کے کارپردازوں نے بہت سے مسلمان راہنماؤں اور علماء کو شیشے میں اتار لیا تھا اور گاندھی جی ترک موالات کی بندوق مسلمانوں کے کندھوں پر رکھ کر چلا رہے تھے۔ مسلمان گاندھی کے اشاروں پر اپنی ملازمتیں، زمینداریاں اور اپنے تعلیمی اداروں کی گرانٹیں واپس کر رہے تھے یا انہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا تو ایسے کڑے اور نازک وقت میں امام احمد رضا نے المحجۃ المؤتمنہ لکھ کر باقاعدہ دو قومی نظریہ پیش کیا، اور ملت اسلامیہ کی بروقت رہنمائی کی اور ہندو کی عیاریوں سے انہیں خبردار کیا۔ المحجۃ المؤتمنہ کی اہمیت کے پیش نظر رئیس احمد جعفری نے اسے تمام و کمال اپنی کتاب "اوراق گم گشتہ" میں شامل کر لیا ہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری علامہ اقبال کے منشور سے اسلامیہ کالج لاہور کے سائنس کے پروفیسر حاکم علی اور لائلپور سے مولوی عزیز الرحمٰن سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول لائلپور نے تحریک موالات سے متعلق کچھ سوالات امام احمد رضا سے پوچھے اور یہی

سوالات المحجۃ المؤتمنہ لکھنے کے محرک بنے۔

امام احمد رضا نے تحریک ترک موالات کا قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی جائزہ لیا پھر مسلمانوں کی سیاسی اور معاشی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں ہندوؤں کی مکاری سے خبردار کیا اور اس تحریک کی زبردست مخالفت فرمائی کیونکہ اس تحریک کے ذریعے چالاک ہندو مسلمانوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے لیکن خود ان کے تعلیمی ادارے اسی طرح سرکاری امداد سے چل رہے تھے۔ گویا وہ مسلمانوں کو سیاسی معاشی اور تعلیمی لحاظ سے مزید کمزور کر دینا چاہتے تھے۔ امام احمد رضا نے ہندو مسلم اتحاد کے علمبرداروں اور گاندھی کی تحریک ترک موالات کے جاں نثاروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اگر سب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیرخواہ حضرات ہنود بھی ایسا ہی کریں گے؟ اور تمہاری طرح ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟ ایسا ہرگز نہیں۔ زنہار نہیں، باوجود ہو لے کرے اس سے بچو کا ادب نہیں، مکار نہیں، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو کم از کم پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت اتنی یا اس سے بھی کم ہے۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ جو خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔" (اوراق گم گشتہ، ص ۲۹۰)

امام احمد رضا نے ہندو ذہنیت کا تاریخی تجزیہ بھی کیا اور بتایا کہ جن مشرکین سے دوستی کا دم بھرا جا رہا ہے، ان کا ماضی کتنا بھیانک اور خوفناک ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"کیا ہم سے وہ دن چھپ رہے ہیں جب بقرعید کی قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد برپا ہو گئے کٹار پور، آرہ اور کہاں کہاں کے۔ ناپاک و ہولناک مظالم، جو ابھی تازہ ہیں، دلوں سے محو ہو گئے۔ بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کیے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لے کلیجہ منہ کو آئے۔" (المحجۃ المؤتمنہ)

اور آخر میں مسلمانوں سے درد بھری اپیل کی کہ

تبدیل احکام الرحمٰن اور اختراع احکام الشیطان سے (ماخذ اعتقاد) مشرکین سے اتحاد و وداد
مرتدین کا ساتھ چھوڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک تھامئے، سایہ میں سے نہ
دنیا نہ ملے، نہ ملے دین قرآن کے صدقے میں ملے۔ یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا
فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین" (انفاس...)

تحریک ترک موالات گاندھی کی ایسی زوردار آندھی تھی کہ تمام لیڈر اور قوم پرست
علماء تنکوں کی طرح اڑتے چلے جا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب المحجۃ المؤتمنۃ شائع
ہوئی تو امام احمد رضا کی بڑی مخالفت ہوئی۔ ان کے دو قومی نظریے کا مذاق اڑایا گیا
اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ لیکن جب یہ آندھی تھمی اور تنظیم کی
بوتل سے شدھی اور سنگٹھن کے جن نکل کر مسلمانوں کے درپے ہوئے اور مسلمانوں کو
ہندو بننے یا کم از کم "محمدی ہندو" کہلانے کی تلقین(؟) کی کوششیں ہوئیں تو آنکھیں کھلیں
اور بہت سے رہنماؤں نے امام احمد رضا کے موقف کو تسلیم کر لیا

تحریک کے سرگروہ رہنما مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے باقاعدہ توبہ نامہ
اخبار ہمدم میں شائع کرایا۔* مولانا محمد علی جوہر امام احمد رضا کے خلیفہ سید نعیم الدین
مرادآبادی کے سمجھانے پر ہندو مسلم اتحاد کی دعوت سے دستبردار ہو کر تائب ہو گئے
اور سید نعیم الدین سے ایک ملاقات میں وعدہ کیا: "اگر زندہ رہا تو اس کی تلافی کی کوشش
کروں گا۔" (تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم ص... پروفیسر محمد مسعود احمد) مشہور
مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جو خود تحریک ترک موالات میں شامل تھے۔ ان
الفاظ میں حقیقت کا اعتراف کیا۔

* مولانا عبد الباری نے توبہ کر لی تو امام احمد رضا نے ان کے رد میں لکھی گئی کتاب "الطاری الداری" کے کام
جلد چھپنے کا حکم دیا (حیات صدر الافاضل ص ۳۰، از غلام معین الدین نعیمی)

"امام احمد رضا نے حقائق کو جان لیا تھا میں خود تحریک ترک موالات میں شامل
تھا، آج جب میں دیکھتا ہوں تو تمام واقعات میری آنکھوں کے سامنے آجاتے
ہیں، اس وقت ایک ہی نگاہ دوربین تھی جو جانتی تھی کہ مسلمانوں کا تصادم انگریزوں کی
بجائے ہندوؤں سے ہوگا۔ اور ان کا موقف درست ثابت ہوا" (ہفت روزہ افق
کراچی، ۱۹ تا ۲۵ فروری ۱۹۷۹ء)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں فاضل بریلوی نے ترک موالات کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کی جو علامت پہنچی تو
اس سے بے خبری پر مبنی تھا سخت مخالفت فرمائی، یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک ترک موالات
کے خلاف آواز اٹھانا خود کو انگریز حاکموں کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف تھا مگر
فاضل بریلوی نے اظہار حق میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کی اور
پامردانہ شان کے ساتھ اپنے فیصلے صادر فرمائے اور بالآخر جو فرمایا تھا سچ ثابت ہوا،
جب طوفان جنون ختم ہوا اور آنکھیں کھلیں تو وہی بچا تھا، جس کو کل تک جھٹلایا گیا
تھا، قائد اعظم اور علامہ اقبال جیسے مفکرین و رہنما ابتداء میں ایک قومی نظریہ کے
حامی تھے، مگر بعد میں اچانک اپنا رخ موڑتے ہیں اور ایک قومی نظریہ کی مخالفت
پر کمربستہ ہو کر دو قومی نظریہ کی پوری پوری حمایت فرماتے ہیں۔ دو قومی نظریہ کی
بنیاد ہندو مسلم عدم اعتماد و عدم موالات پر تھی۔ یہ وہی نظریہ ہے جس کی حفاظت
کے لئے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت فاضل بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی
زندگیاں وقف کر دی تھیں (انوار رضا ص ۲۹۵)

— اور کے ایل گابا اپنی کتاب "مجبور آوازیں" میں لکھتے ہیں۔

"دو قومی نظریہ جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ یا
آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ نہ اس کا خالق کوئی فرد کے
مسٹر محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔ — دو قومی نظریہ تو ۱۹۱۰ء میں ایک

مشہور اور مسلّم نظریہ بن چکا تھا۔ اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور
سروجنی نائیڈو ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے۔ (ماہنامہ جمہور آواز دہلی ص...)
اور تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ ۱۹۲۰ء میں ایک ہی نگاہ دور رس
تھی جس نے مستقبل میں جھانک لیا تھا — ایک ہی "مجرم" تھا جس نے المحجۃ المؤتمنۃ
اور متعدد دوسری کتابیں لکھنے کا جرم کیا تھا جسے نیشنلسٹ علماء نے کبھی معاف
نہ کیا — اور وہ تھا — اس صدی کا مجدد — احمد رضا خاں
دس سال بعد ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے اسی نظریہ کو سائنٹیفک انداز میں
مسلم لیگ کے اجلاس الٰہ آباد میں پیش کیا۔ دراصل جیسا کہ پیچھے اشارہ کیا جا چکا
المحجۃ المؤتمنہ لکھوانے میں بھی علامہ اقبال کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس وقت آپ انجمن
حمایت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری اور اسلامیہ کالج کے معاملات سے
براہ راست ذمہ دار تھے۔ اور آپ ہی کے مشورے پر پروفیسر حاکم علی نے
امام احمد رضا سے رابطہ قائم کیا تھا۔ علامہ اقبال خود بھی تحریک ترک موالات کے
حق میں نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ترک موالات کے حامیوں نے آپ کی
شہرت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اخبارات میں شائع کرایا کہ وہ ہمارے ہمنوا
ہیں، تو آپ نے فوراً تردید کی۔ چنانچہ خان نیاز الدین خان کے نام ایک خط میں
لکھتے ہیں: جو کچھ اخباروں میں لکھا گیا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ میرے ساتھ ان کی
کوئی گفتگو اس بارے میں نہیں ہوئی۔ واقعات کی رو سے یہ بات غلط ہے
اس خیال سے کہ علی گڑھ میں اس بیان سے لوگ دھوکہ نہ کھائیں۔ میں نے ایک
آنریری سیکرٹری کو دے دیا ہے۔ کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جو اخبارات میں
شائع ہوئی ہے۔ (مکاتیب اقبال ص۳۵)
انجمن حمایت اسلام کے ایماء پر لکھے گئے۔ فتویٰ المحجۃ المؤتمنہ اور امام احمد

کی کتابوں کا مطالعہ اقبال نے کیا اور ان سے متاثر ہوئے۔ مشہور محقق ڈاکٹر
محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

پاک و ہند کے عظیم مفکر اور شاعر اقبال نے جو پہلے ایک قومی نظریہ کے مؤید
تھے اور بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے تھے۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی
اور فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ کا عمیق مطالعہ فرمایا تھا۔ اس لئے ظن غالب ہے
کہ علامہ کے افکار و خیالات میں ان دونوں مآخذ نے ایک انقلاب پیدا کرنے میں
اہم کردار ادا کیا ہے۔ (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص۲۹)

تحریک پاکستان

امام احمد رضا نے صرف دو قومی نظریہ ہی پیش نہیں کیا
بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جماعت رضائے
مصطفیٰ بھی قائم کی۔ المحجۃ المؤتمنہ کی اشاعت کے تقریباً ایک سال بعد اکتوبر ۱۹۲۱ء
کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ تو آپ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان کی سرپرستی
میں جماعت رضائے مصطفیٰ نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا اور مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم
پر جمع کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں ہندوؤں کی مکاری سے بھی آگاہ کیا۔
مارچ ۱۹۲۵ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ نے جمعیت اشرفیہ اور انجمن انصار
الاسلام کے تعاون سے مراد آباد میں کل ہند سنی کانفرنس بلائی جو ۱۶ سے ۱۹ مارچ
۱۹۲۵ء تک جاری رہی۔ اسی اجلاس میں چھوٹی چھوٹی تنظیموں کو ختم کر کے
الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ، یعنی آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے ایک
ملک گیر تنظیم قائم کی۔ جو دو ایوانوں پر مشتمل تھی۔ ایک ایوان عام جسے جمہوریت
اسلامیہ مرکزیہ، اور دوسرا — ایوان خاص — جسے جمہوریت عالیہ کا
نام دیا گیا۔ حضرت امیر ملت پیر جماعت علی محدث علی پوری کو اس کا صدر اور
صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو اس کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

اسی اجلاس میں مولانا حامد رضا خاں نے ہندو مسلم اتحاد کی بجائے مسلمانوں کے آپس میں اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"بے شک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جا سکتا ہے لیکن بکری اور بھیڑیے کو ایک جگہ جمع کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا" (خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صہ ۱۵۶)

آپ نے اسی موقعہ پر مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ہندو اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں اور اپنے امور ان کے ہاتھ میں نہ دیں (ایضاً صہ ۱۶۳)

جہاں تک تقسیم ہند کے تصور کا تعلق ہے۔ ویسے تو اسے مختلف اوقات میں مختلف افراد نے پیش کیا، مثلاً ۱۹۱۵ء میں چوہدری رحمت علی، ۱۹۱۷ء میں عبد الجبار خیری اور عبد الستار خیری نے، ۱۹۲۳ء میں سردار محمد گل خاں نے، ۱۹۲۴ء میں مشہور ہندو مہاسبھا لیڈر لالہ لاجپت رائے نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی ـــــ لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کے مولانا عبد القدیر بدایونی نے تقسیم ہند کی جو تجویز پیش کی، وہ سب سے مفصل اور مکمل ہے۔ آپ کی یہ تجویز سب سے پہلے بدایوں کے اخبار ذوالقرنین کے شمارے مارچ اپریل ۱۹۲۰ء میں منظر عام پر آئی بعد میں ایک رسالے کی صورت میں ۱۹۲۵ء میں نظامی پریس بدایوں میں چھپ کر شائع ہوئی پھر ۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے دوبارہ چھپ کر شائع ہوئی۔ رسالہ کا عنوان ہے:

"ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط ـــــ گاندھی کے نام"

مولانا عبد القدیر بدایونی نے جو تجویز پیش کی اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ ہندوستان کی تقسیم از سر نو قومیت کی بنا پر اس طرح کی جائے کہ ہر قوم کے لئے بڑے سے بڑا حصہ اس کی آبادی کا علیحدہ کر دیا جائے۔ اور یہ حصہ اس قوم کا حلقہ اثر قرار دیا جائے مثلاً مسلمانوں کے لئے حسب ذیل تین صوبہ جات بنائے

جا سکتے ہیں۔

(الف) صوبہ سرحدی اور مغربی پنجاب کے دس اضلاع راولپنڈی، اٹک، جہلم، گجرات، شاہ پور، میاں والی، جھنگ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں، ملتان کو ملا کر کے صوبہ بنا دیا جائے۔

(ب) بنگال میں بوگرہ، رنگ پور، تاج پور، جیسور، ندیا، فرید پور، ڈھاکہ، راجشاہی، پبنا، میمن سنگھ، باقر گنج، نواکھالی، چٹاگانگ کے اضلاع کا دوسرا صوبہ بنایا جائے۔

(ج) سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے جدا کر کے تیسرا صوبہ بنا دیا جائے۔

۲۔ یہ بات اصولاً طے کر دی جائے کہ اس تقسیم کے بعد ہر حصۂ ملک کا نظم و نسق اس کی کثیر التعداد رعایا کے مفاد کے لئے کیا جائے گا۔

۳۔ قلیل التعداد قوم کی حفاظت اور ادائے مراسم مذہبی و حقوق ملازمت وغیرہ کے لئے قواعد مرتب کئے جاویں۔

۴۔ تبادلۂ آبادی کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ تاکہ قلیل التعداد اقوام کے افراد جو کسی وجہ سے ترک وطن کر کے خود اپنی قوم کے حلقہ اثر میں جانا چاہیں وہ بغیر زیادہ نقصان کے تبدیل سکونت کر سکیں۔

۵۔ کمیشن مجوزہ کا فیصلہ قومی معاہدہ کی صورت میں ترتیب دیا جائے، اور گورنمنٹ کے سامنے بطور ملکی مطالبہ کے بے عمل درآمد کیلئے پیش کیا جائے۔

(محمد عبد القدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام، مطبوعہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ صہ ۵۵ تا صہ ۵۷، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم از پروفیسر محمد مسعود احمد صہ ۱۵۲، صہ ۱۵۳)

ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند ہوئی تو پاکستان اور بھارت کی

کی حدود کم و بیش اسی تجویز کے مطابق تھیں۔ لیکن بدقسمتی سے مولینا عبدالقدیر بدایونی نے اقلیتوں کے تحفظ اور انتقال آبادی کے بارے میں جو تجاویز دی تھیں۔ ان پر عمل نہ ہو سکا۔

پھر جب علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے اجلاس الٰہ آباد میں تقسیم ہند کا تصور پیش کیا تو آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس کی بھرپور تائید کی[۱] حالانکہ بقول چوہدری خلیق الزماں خود الٰہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی [illegible] میں امام احمد رضا کے صاحبزادے اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے مرکزی رہنما مولانا حامد رضا خان بریلوی نے اپنے اعلان خصوصی کے ذریعے اپنے لاکھوں عقیدتمندوں، مریدوں اور شاگردوں کو ہدایت کی کہ: "وہ آل انڈیا کانگرس اور اس کے ہمنوا علمائے دیوبند کی سیاسی پارٹی جمعیت العلماء ہند کے مقابلے میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتھ دیں اور مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں ملت اسلامیہ کے قومی موقف کو کامیاب بنائیں" (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی ص [illegible] از علامہ نور احمد قادری)

قرار پاکستان کی تجویز سے پہلے ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نوجوان کارکن اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر مولانا عبدالستار خان نیازی نے قائد اعظم کی خدمت میں خلافت پاکستان کی تجویز پیش کی۔ قائد اعظم بہت خوش ہوئے اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کر لیا اور اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا۔

(ماثر الاجداد از پروفیسر منظور الحق صدیقی ص ۲۰۱ بحوالہ خطبات)

---

[۱] خطبات سنی کانفرنس) صفحہ ۲۲ (دیکھو حاشیہ نمبر ۹۰ پر)
[۲] حاشیہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ ہو۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں قرارداد پاکستان پیش ہوئی تو آل انڈیا سنی کانفرنس کی طرف سے مولانا عبدالحامد بدایونی نے اس کی تائید فرمائی اور بھرپور طور پر مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ شملہ کانفرنس کے موقع پر آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقتدر رہنما اور امام احمد رضا کے صاحبزادے مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا خان نے رؤسائے ہند کے نام مسلم لیگ کی حمایت میں تار بھیجا۔ جس کا مضمون ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء کے روزنامہ انجام دہلی میں شائع ہوا (خطبات ص ۱۵۲) اور قائد اعظم نے مفتی اعظم کی اس حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کیا (قائد اعظم کے ۷۵ سال ص ۳۹۲)

۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا تاریخی اجتماع ہوا جس میں پانچ سو مشائخ عظام سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد کی عوام نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مطالبۂ پاکستان کی پرزور تائید و حمایت کی گئی۔ کانفرنس کے بعد علماء و مشائخ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے فیصلے کے مطابق طوفانی دورے کئے اور پاکستان کا پیغام گھر گھر پہنچا دیا۔

([illegible] حاشیہ [illegible])

---

[۱] آل انڈیا سنی کانفرنس کے ترجمان ماہنامہ السواد الاعظم مرادآبادی (جاری شدہ ۱۹۱۸ء) کے صفحات دو قومی نظریہ اور تقسیم ہند کی تائید سے بھرے پڑے ہیں۔ ذیل میں ہم صدر الافاضل سید نعیم الدین (خلیفہ امام احمد رضا) کے مضمون کا صرف ایک اقتباس پیش کرتے ہیں:

"جب وہ (مسلمان) لکھتے ہیں کہ ہمیں اتنا تو اطمینان دلا دو کہ ہمارا مستقبل خطرات سے امن میں رہے گا۔ تو اس پر ہندو قوم بگڑ جاتی ہے اور کسی طرح مسلمانوں کو مطمئن کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی اور مفاہمت کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ مجلسیں ہوتی ہیں اور ناکام رہتی ہیں کانفرنسیں ہوتی ہیں اور نتیجہ نہیں نکلتا تو اب وہ متحدہ قوم اتحاد جس کا سیاسی حدود میں بھی نام و نشان نہیں ہے۔ کہاں بستا ہے (علیٰ

کی تازہ ہندو مسلم جنگ اس اتحاد کا شاہد ہے، اس اتحاد کا ثبوت بن سکتی ہے۔ اس
اتحاد کے لئے یہی معنی ہیں کہ ہندو جب چاہیں مسلمانوں کو قتل کر لیا کریں اور مسلمان
یہ کہا کریں کہ ہم تو اتحاد کی وجہ سے زبان بھی نہیں ہلا سکتے۔ چاہے مارو یا خون
بہاؤ، دوستی کا دم بھرا ہے تو اف بھی نہ کریں گے۔ مگر اس جنگ کے سلسلے میں
ایک سبق خوب ملا، جس سے فائدہ اٹھایا جائے تو وہ عقدہ بآسانی حل ہو سکتا
ہے۔ جس کی تدابیر میں ملک کے بڑے بڑے مسلم اصحاب رائے عاجز رہے۔ وہ
یہ کہ بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا
کر ہندو محلوں میں لے جائیں، ہندوؤں کے یہ افعال، یہ تجویزیں، یہ طرزِ عمل
اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں۔ لیکن مسلمان ایسا کریں، تو اتحاد کے دشمن قرار دیئے
جائیں۔ یہ کھلی ناانصافی ہے۔ جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں، کہ وہ
مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں
کو یقیناً ان کے محلوں میں جانے اور ان کے ساتھ کاروبار کرنے سے احتیاط
رکھنا چاہیئے۔ دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ
رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں، یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم ہو، ہندو مسلم
علاقے جدا جدا بنا لیں۔ تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے۔
ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو۔ مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو
علاقہ میں ہندوؤں کی اب نہ مخلوط وجداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہوں گی
نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہے گا۔"

(ماہنامہ سوادِ اعظم مراد آباد جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۸ شوال ۱۳۵۰ھ)

۱۱ جون ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ مولانا نعیم الدین مراد آبادی
کی طرف سے رامپور کے مشہور اخبار دبدبۂ سکندری میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ

فیصلہ شائع ہوا۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کے مخصوص ارکان کی ایک جمعیت وزارتی مشن کی تجاویز
اور وائسرائے اور کمانڈر انچیف کی تقریروں پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر
پہنچی ہے کہ ان تجاویز میں نہ مسلمانوں کے خطرات کا کوئی شافی علاج ہے نہ
اس آزادی میں ان کے لئے کوئی بہتری نظر آتی ہے۔ لہٰذا ہماری تسلی بغیر پاکستان
کے نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کے متعلق یہ اعتراض کہ وہ دو ریاستوں پر مشتمل ہو گا۔
اور ان کے درمیان ۱۵۰۰ میل کا فاصلہ ہو گا۔ اس صورت میں ایک پاکستانی
ریاست، دوسری پاکستانی ریاست سے تعلقات قائم رکھنے اور نامہ و پیام
جاری رکھنے میں درمیانی غیر حکومت کی موافقت اور حسنِ سلوک کی محتاج ہو
گی۔ اس اعتراض نے ہمیں یہ بتایا کہ ہم اپنے مطالبۂ پاکستان میں اتنا اضافہ
اور کریں کہ ان دونوں ریاستوں کے مابین مواصلت قائم کرنے کے لیے
بقدر ضرورت رقبہ ہمیں اور ملنا چاہیئے۔ ______ سنی کانفرنس ہرگز
پاکستان سے دست بردار نہ ہو گی۔ اگر بالفرض مسٹر جناح مطالبۂ پاکستان سے
دست بردار ہو بھی جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس میں ان کی موافقت نہ
کرے گی اور اپنا مطالبۂ پاکستان ضرور حاصل کرے گی۔ مسلمانوں کو یہ
حق مل کر رہے گا۔ وزارتی مشن نے یہ صاف نہیں کیا کہ ہندو گروپ کے
صوبجات میں مسلمان اقلیت کے جان و مال عزت آبرو دین مذہب
زبان تہذیب کی حفاظت کا کون ضامن ہو گا[1]؟"

القصہ تحریک پاکستان کے ہر موڑ پر آل انڈیا سنی کانفرنس نے آل انڈیا مسلم

---

[1] محمد جلال الدین قادری : خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۳۱۲

لیگ کا ساتھ دیا اور اندرون و بیرون ملک مطالبۂ پاکستان کو حقیقت کا روپ دلانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ دبدبۂ سکندری رامپور ۱۰ جون ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا گیا۔

"یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نہ صرف دنیائے ہندوستان بلکہ بیرون ملک بھی جو زبردست اثر و رسوخ اسلامی ریاست و مطالبۂ پاکستان کو حاصل ہے انہیں علماء و مشائخ اہل سنت کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے۔ جن کا دوسرا نام جمہوریت اسلامیہ سنی کانفرنس ہے۔"

بالآخر وہ دن بھی آیا جب امام احمد رضا کے پیش کردہ قومی نظریہ کو عملی جامہ پہنایا گیا اور آل انڈیا سنی کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی مشترکہ مساعی سے پاکستان بن گیا

تحریک پاکستان میں امام احمد رضا اور ان کے متوسلین کی مساعی کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور صحافی میاں عبدالرشید اپنی انگریزی تصنیف اسلام ان انڈو پاکستان سب کانٹی نینٹ میں لکھتے ہیں:

"When the Pakistan Resolution was passed in 1940, the efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and followers, including Ulama and Speritual Leaders, rose as one man to support the Pakistan movement. Thus, the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam".

Islam in Indo-Pakistan subcontinent
Page, 67

ترجمہ: ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بار آور ہوئیں اور علماء و مشائخ سمیت آپ کے پیروکار اور متوسلین جسد واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اس طرح قیام پاکستان میں حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور قائد اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔" قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کی جگہ دو جماعتیں پاکستان مسلم لیگ اور انڈیا مسلم لیگ بنا دی گئیں اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی جگہ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے پہلے صدر غازی کشمیر سید ابوالحسنات قادری اور پہلے ناظم اعلیٰ غزالی زماں سید احمد کاظمی منتخب کیے گئے۔

پاکستان کے خلاف بھارت نے ساری دنیا خصوصاً مسلم ممالک میں زبردست پراپیگنڈہ شروع کیا تو اس کا ازالہ کرنے کے لیے قائد اعظم کی نظر انتخاب امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی) پر پڑی اور انہیں نظریہ پاکستان کی وضاحت کے لیے اسلامی ملکوں کے دورے پر بھیجا آپ نے کئی ممالک کا دورہ کر کے پاکستان کی اہمیت بتا کر واضح کی اور سفیر اسلام مشہور ہوئے (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء)

مشہور صحافی مختار حسن لکھتے ہیں۔

"مولانا عبدالعلیم صدیقی بہت عظیم مبلغ اسلام تھے۔ کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۵۵ ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ تحریک پاکستان کیلئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں تھا۔ انہوں نے بیرون ملک بھی برصغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبۂ پاکستان کو واضح کرنے کے لیے دورے کیے۔ مولانا صدیقی پاکستان آئے تو پہلی عید آزادی کی امامت کی۔ قائد اعظم نے ان ہی کی اقتدا میں یہ نماز ادا کی تھی۔"

(ہفت روزہ "زندگی" لاہور ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۸۳ء)

غازی کشمیر تحریک ختم نبوت، قرارداد مقاصد، پاکستان کے آئین کی تدوین اور تحریک نظام مصطفےٰ جب بھی دین نے پکارا علماء و مشائخ اہل سنت نے لبیک کہتے ہوئے اپنی تمام تر مساعی

کو ختم کر دیا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے لیے علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (ابن صدر الشریعہ امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا) نے مسلمان کی تعریف کی۔ جب مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مرحلہ درپیش ہوا تو قومی اسمبلی کے اندر اور باہر خاتم النبیین کے معنی کی بحث ایک دفعہ پھر چھڑ گئی۔ مرزائیوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس (جس میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کو عوام کا خیال قرار دیا گیا تھا) اپنے حق میں پیش کی۔ تو امام احمد رضا کے تجدیدی کارنامے نے ملت اسلامیہ کی ایک دفعہ پھر رہنمائی فرمائی۔ المعتمد المستند اور حسام الحرمین منظر عام پر آئیں اور پاکستان کے عوام اور قومی اسمبلی کے اراکین کو پتہ چلا کہ یہ مسئلہ تو ستر سال قبل ہی حل کر دیا گیا تھا۔ جب عرب و عجم کے علماء نے امام احمد رضا کی تحریک پر متفقہ طور پر پانچ افراد کو کافر قرار دیا تھا۔ جن میں سب سے پہلا نمبر مرزا غلام احمد قادیانی کا تھا۔

متحدہ حزب اختلاف کی پارلیمانی پارٹی کے سیکرٹری جنرل مولانا شاہ احمد نورانی (ابن شاہ عبدالعلیم میرٹھی خلیفہ امام احمد رضا) نے قومی اسمبلی میں امام احمد رضا اور علماء حرمین کا ستر سالہ پرانا فیصلہ پیش کیا اور اراکین اسمبلی نے اس پر لبیک کہتے ہوئے مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔

ہم نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان میں امام احمد رضا کے تجدیدی کارناموں کے اس باب کو تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن اور نامور صحافی محمد شفیع (م ش) کے ان الفاظ کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ:

"اعلیٰحضرت قدس سرہ نے جس یکسوئی اور استقلال سے دورِ غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سر انجام دیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا۔ اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۶ جون ۱۹۶۹ء)

معاشی پروگرام

کوئی بھی قوم سیاسی اعتبار سے اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتی جب تک اس کی معاشی حالت مضبوط نہ ہو۔ اسی

لیے امام احمد رضا نے ملت اسلامیہ کو سیاسی نظریات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اقتصادی معاشی میدان میں بھی رہنما اصول فراہم کیے۔

۱۹۱۲ء میں آپ کی کتاب "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" کلکتہ سے شائع ہوئی جس میں مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی کو دور کرنے کے لیے درج ذیل چار نکاتی فارمولا پیش کیا گیا۔

۱۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں۔ تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں۔

۲۔ بمبئی کلکتہ رنگون مدراس اور حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بنک کھولیں۔

۳۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۴۔ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

ان نکات پر تبصرہ کرتے ہوئے کوبیز یونیورسٹی کینیڈا کے پروفیسر رفیع اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ "جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہ مرد مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھا دی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کے نکات پر غور کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمانان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی (انوار رضا)"

۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی یہ معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بنک اس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانان

صنعت اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بنک قائم کریں۔ وہ بنک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقمیں محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان آجروں کو سرمایہ فراہم ہو سکے اور وہ صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر سکیں (ایضاً)

لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے بہت بعد میں اس طرف توجہ دی ۱۹۴۱ء میں بمبئی میں حبیب بنک قائم ہوا اور پھر قائد اعظم کے مسلسل اصرار پر مرزا آدم جی، داؤد اور مرزا احمد اصفہانی نے ۹ جولائی ۱۹۴۶ء کو کلکتہ میں مسلم کمرشل بنک قائم کیا۔ اگر ۱۹۱۲ء میں اس طرف توجہ دی جاتی مسلمان امام احمد رضا کے مشوروں کے مطابق آپس میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرتے، بنک کھولتے، قومی جذبہ کو ابھارتے اور اسلامی نظام تعلیم کے ذریعے نئی پود کی نشو و نما کرتے تو برصغیر کا نقشہ آج سے بہت حد تک مختلف ہوتا۔

اقوام مغرب نے اعلیٰ اصولوں کے مطابق عمل کیا اور ہر میدان میں زبردست کامیابیاں حاصل کیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور اٹلی بالکل تباہ ہو گئے تھے انہوں نے اپنی معیشت کو بحال کرنے کے لیے یورپی مشترکہ منڈی قائم کی اور بہت جلد نہ صرف یہ کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے بلکہ دوبارہ ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہو گئے۔ اس منڈی کے قیام کے پس پشت جو نظریہ کار فرما تھا، وہ بعینہٖ وہی تھا جس کی ہدایت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنے تدبیر سے نکتے میں فرمائی تھی کہ اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۱۹۳۶ء میں برطانیہ کے مشہور ماہر معاشیات جے ایم کینز نے اپنا مشہور زمانہ نظریہ روزگار و آمدنی پیش کر کے جدید اقتصادیات کی بنیاد مضبوط کی اور اس پر عمل کر کے یورپ اور خصوصاً امریکہ اقتصادی دنیا میں بہت آگے نکل گیا۔ کینز کو اس کی خدمات کے صلے میں برطانیہ کا اعلیٰ ترین خطاب لارڈ مل گیا۔ بقول پروفیسر رفیع اللہ صدیقی "اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا

شائع کر چکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی (ایضاً)

نعت گوئی

امام احمد رضا عالم باعمل اور صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پرمغز شاعر بھی تھے لیکن ان کی شاعری کی روش سب سے علیحدہ تھی۔ وہ ادب برائے ادب اور شعر برائے شعر کے قائل نہ تھے ان کے نزدیک شاعری بذات خود کوئی مقصد نہ تھی بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ تھی اور ان کا مقصد عامۃ المسلمین میں عشق رسول کا پرچار اور انہیں دشمنان اسلام کی سازشوں سے خبردار کرنا تھا۔ جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا اس وقت مسلمانوں کی حالت نہایت ہی ناگفتہ بہ تھی۔ ان کے ہاتھ سے حکومت، دولت اور عزت —— سب کچھ چھن چکا تھا۔ انگریز جو چوروں کی طرح چپکے سے برصغیر میں آئے تھے یہاں کے سیاہ و سپید کے مالک بن چکے تھے اور نت نئی سازشوں سے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ بعض جاہ طلب ان کے آلہ کار بنے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کی اکثریت خواب غفلت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ اس وقت مسلمانوں کو خبردار کر رہے تھے کہ:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

جب چوروں کی رکھوالی ہو تو جاگنا بہت ضروری ہوتا ہے اور جاگ وہی سکتا ہے جس کے دل میں محبت کی کسک باقی جاتی ہو —— امام احمد رضا نے ملت اسلامیہ کو بیدار کرنے کے لیے درد عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کیا۔ عشق مصطفےٰ کی اسی کسک نے جہاں ایک طرف امام احمد رضا کو اردو کا سب سے بڑا نعت گو بنا دیا وہاں ساتھ ہی امت مسلم میں بیداری اور آزادی کی تڑپ بھی پیدا کر دی۔

آپ کے کلام میں لکھنؤ کی زبان اور دہلی کی واقفیت کا حسین امتزاج پیدا ہو گیا ہے تمام آپ کی زبان لکھنؤ کی بازاریت سے یکسر پاک ہے گویا کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی ہے۔ وہ محبوب کے لیے ظالم، بے وفا، صنم اور کافر جیسے ناشائستہ الفاظ استعمال نہیں کرتے کیونکہ ان کا محبوب کسی محفل ناؤ نوش کو زینت بخشنے والا نہیں بلکہ ایسا مقدس محبوب ہے جس کی شان

تصویر بنا کر خود خامہ قدرت بھی اپنے حسن دستکاری پر ناز کرتا ہے۔

؎ خامہ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

ان کا محبوب ایسا محبوب ہے جو مقصود کائنات اور صاحب لولاک ہے فرماتے ہیں۔

؎ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

آپ نے قرآن وسنت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے شاعری کی ہے۔ آپ کا سارا دیوان پڑھ جائیے کوئی لفظ تشبیہ یا استعارہ ایسا نہیں ملے گا جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہو۔ اور یہی ان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ انھوں نے شاعری میں کسی کو استاد نہیں بنایا بلکہ وہ صحیح معنوں میں تلمیذ الرحمن تھے۔ خود فرماتے ہیں۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آپ نے قصیدہ غزل رباعی مثنوی اور مستزاد۔ غرض کہ ہر صنف شاعری میں طبع آزمائی کی لیکن شریعت کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ انھوں نے بعض دیگر شعراء کی طرح اپنے ممدوح کو الوہیت کی حدود تک نہیں بڑھا دیا بلکہ وہ مقام الوہیت اور مقام رسالت کو خوب سمجھتے تھے۔

ان کی ایک نعت کا مقطع ہے۔ ؎

آخر رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

ایک اور دوسری جگہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

تری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

دراصل نعت گوئی انتہائی مشکل کام ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل امر ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔ (الملفوظ)

گویا نعت میں ایک طرف شرک اور دوسری جانب کفر کی حدیں ہیں اور درمیان میں تلوار سے تیز اور بال سے باریک راستہ ہے جس پر چلنے کے لیے بیک وقت علم و محبت اور عقل و عشق کی ضرورت ہوتی ہے اور نعت وہی کہہ سکتا ہے جو "با محمد ہوشیار" کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے انتہائے دیوانگی میں بھی ہوشیاری کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور یہ مقام امام احمد رضا ان کو حاصل تھا فرماتے ہیں۔

مجھ کو دیوانہ بتاتے ہو میں وہ ہشیار ہوں
پاؤں جب طوف حرم میں تھک گئے سر پھر گیا

آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جو قرآنی اور اسلامی شاعری کی ہے اس نے اردو کو بہت سی نئی نئی بندشوں ترکیبوں اور تشبیہات واستعارات سے آشنا کیا ہے۔ جیسے تنفلات، ہجاب رحمت، گیسوئے توسل، یوسفستان، کعبہ جان اور بہت سی ایسی ترکیبیں تو انہیں کی ایجاد ہیں۔ گنبد خضریٰ کے لیے سر سبز وصل اور بیت اللہ کے لیے سیہ پوش ہجر کی پاکیزہ ترکیبیں استعمال کرنا انہیں کا حصہ ہے۔

میر انیس نے کہا تھا ؎

گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے کسی جگہ پھول کے مضمون کو فی الواقع سو رنگ سے باندھا ہے۔ امام احمد رضا نے دعویٰ تو نہیں کیا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے دیوان میں صرف دو غزلوں میں گل اور پھول کا لفظ ۸۰ مرتبہ آیا ہے اور ہر مرتبہ اس کی بندش نیا لطف دیتی ہے آپ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھے بلکہ جب کبھی عشق رسول کی تپش دل میں اٹھتی

نعت گوئی پر مجبور ہو جاتے خود فرماتے ہیں " جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق نہیں ہے"

آپ نے ہجو بھی کہی لیکن سوداؔ اور انشاءؔ کی طرح صرف اپنی ذات کی خاطر نہیں بلکہ عشقِ رسول سے سرشار ہو کر ۔۔۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی ایسا جملہ برداشت نہیں کرتے تھے جس کے کسی پہلو میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو جب بھی کبھی کسی کی زبان و قلم سے کوئی ایسا جملہ سرزد ہوا کلکِ رضا نے اس کی خوب خبر لی۔ ایسی ہجو کہی کہ وہ زمانے بھر کی نظروں میں ذلیل ہو گیا کیوں نہ ہو ؎

کلکِ رضاؔ ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں ، نہ شر کریں

ہم عصر شعراء سے آپ کا موازنہ ایک فضول سی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی راہ الگ ہے اور آپ کی الگ ، لیکن پھر بھی جہاں تک نفسِ شعر کا تعلق ہے آپ سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ آپ کے دیوان میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جن پر ہمعصر شعراء کے تمام دواوین نچھاور کئے جا سکتے ہیں۔ بیدمؔ وارثی ، شہیدیؔ ، محسنؔ کاکوروی ، ظفر علی خان اور حسنؔ رضا خان حسنؔ بریلوی جیسے بلند پایہ نعت گو آپ کے سامنے طفلِ مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں اور فنِ نعت گوئی میں آپ ہی کے خوشہ چین معلوم ہوتے ہیں۔ بقول علامہ نور احمد قادری۔ آپ کی مجلس وعظ میں بعض وقت اس دور کے مشہور اساتذہ شعر و سخن مرزا داغؔ دہلوی اور امیرؔ مینائی بھی بزمانہ قیام رامپور بریلی شریف آ کر شریک ہوتے آپ کی نعت سن کر امیرؔ مینائی پر کیفیت وجد طاری ہو جاتی ، مرزا داغؔ بھی آپ کے وعظ اور کلام سے بے حد متاثر تھے چنانچہ انھوں نے ایک بار ، آپ کی ایک نعت سے اسی قسم کی ایک مجلس وعظ میں متاثر ہو کر فرمایا ، یہ سب کا سب کلام سراپائے حال ہے یہ کس شاعر کے بس کی بات ہے ؟" (اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی صد ۲۳ - از نور احمد قادری)

نعت گوئی میں آپ کے اسلوب کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ بہت کم شعراء کے

حصے میں آئی سیکڑوں شعراء نے اس رنگ میں کہنے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی آپ کا مقام حاصل نہ کر سکا۔ رضوی مکتب سے تعلق رکھنے والے شعراء کی فہرست بڑی طویل ہے ۔ بہزاد لکھنوی ، ضیاء القادری ، سکندر لکھنوی ، اختر الحامدی ، حافظ مظہر الدین ، راجہ رشید محمود ، حنیف نائب ، حافظ لدھیانوی ، عزیز حاصل پوری ، نظیر لدھیانوی ، ادیب رائے پوری ، اعجاز العیشی ، نادر جاجوی ، اور بیسیوں دیگر شعراء نے اس میں نام پیدا کیا خود علامہ اقبال نے بھی امام احمد رضا کے رنگ میں اشعار کہے۔[1]

اگر اس موضوع پر تحقیق کی جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

آپ کے تین نعتیہ دیوان ۔ حدائقِ بخشش ، حدائق الطیبات اور مدحِ رسول ۔ مرتب ہوئے موخر الذکر دونوں دیوان آج کل نایاب ہیں۔ ڈاکٹر حامد علی خان شعبۂ عربی علی گڑھ یونیورسٹی (جنہوں نے امام رضا بریلوی کے عربی کلام پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا) فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک عربی دیوان بھی گم ہو گیا تھا۔ آپ نے آمال الابرار اور آلام الاشرار کے نام سے علماء حق کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔ ۱۳۰۶ھ میں دیوان القصائد کے نام سے آپ نے اپنے عربی کلام کا ایک مجموعہ بھی مرتب کیا تھا۔ وہ بھی شائع نہ ہو سکا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے آپ کے ۳۹۰ عربی اشعار جمع کر کے شائع کئے ہیں امام احمد رضا کا ایک طویل عربی قصیدہ قاضی عبد الوحید حنفی فردوسی (م ۱۳۲۶ھ) کے نام سے شائع ہوا جبکہ خود ان کے صاحبزادے قاضی عبد الودود نے ڈاکٹر حامد علی خان کو تحریری طور پر بتایا کہ ان کے باپ عربی زبان کے عالم نہیں تھے ، پھر یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس ایک قصیدے کے علاوہ قاضی صاحب موصوف کا عربی میں ایک شعر بھی دستیاب نہیں ہوا۔ اس سے ڈاکٹر حامد علی خان نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وہ قصیدہ قاضی صاحب نے لیا جو ان کی وفات کے بعد انکے کاغذات میں ملا۔ تو انہی کا خیال کر کے شائع کر دیا گیا۔

---

[1] عبد الغفار شکیل ، نوادر اقبال صفحہ ۱۵ مطبوعہ سر سید بک ڈپو علی گڑھ
بحوالہ ۔ اقبال و احمد رضا ۔ از راجہ رشید محمود ۔

امام احمد رضا کا عربی کلام نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ چنانچہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کا یہ عربی قصیدہ میں نے علماء مصر کے اجتماع میں پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِہِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلٰوتُہٗ دَوْمًا عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ

ترجمہ: تمام تعریفیں خدائے واحد کے لیے ہیں جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے۔
اور اس کی رحمتیں ہمیشہ خیر الانام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہیں۔

تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ تو کسی فصیح اللسان عربی النسل کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن جب میں نے بتایا کہ اس کے لکھنے والے مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں جو عربی نہیں بلکہ ہندی ہیں تو وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں (انوار رضا)

آپ نے فارسی میں بھی طبع آزمائی فرمائی ان کی درج ذیل فارسی نظمیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۱) ۹۲ اشعار پر مشتمل وظیفۂ قادریہ جو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عربی قصیدہ غوثیہ کی شرح ہے (۲) مثنوی ردّ امثالیہ جو ۱۹۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ (۳) نظم معطر جو ۱۳۰۹ھ میں لکھی گئی یہ نظم ۹۹ رباعیات پر مشتمل ہے۔ تمام کی ردیف عبد القادر ہے اور قوافی حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق ہیں۔ یہ تمام رباعیات حضور غوث اعظم کی شان میں ہیں (۴) ۴۴ اشعار پر مشتمل مبارک قصیدہ جو آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت سید آل رسول مارہروی کی شان میں لکھا ؎

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول

(۵) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا گیا قصیدہ اکسیر اعظم جو ۱۱۰ اشعار پر مشتمل ہے جس کا مطلع ہے: ؎

قادری! ادن رضا را منت باغ خلد داد
من ذہی گفتم کہ آقا مایۂ غفران تو ئی

۱۶ اور ۱۱۷ اشعار پر مشتمل شجرہ طیبہ قادریہ برکاتیہ ؎

یا خدا بہر جناب مصطفےٰ امداد کن
یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن

حدائق بخشش زیادہ تر اردو کلام پر مشتمل ہے جس میں غزلیات کے علاوہ بعض طویل اور اثر انگیز نظمیں درج ذیل ہیں۔

(۱) ذریعۂ قادریہ جو ۱۰۰ اشعار پر مشتمل ایک مبارک قصیدہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں ۱۳۰۵ھ میں لکھا گیا اس قصیدہ کا مطلع ہے ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(۲) حج و زیارت کے موقع پر لکھا گیا ۱۲۵ اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ ؎

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

(۳) ۱۰۰ اشعار کا قصیدہ غوثیہ ؎

ترا ذرہ مہ کامل ہے یا غوث
ترا قطرہ یم سائل ہے یا غوث

(۴) ۵۸ اشعار کا قصیدہ نور ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا

(۵) معراج نظم کے عنوان سے ۶۷ اشعار پر مشتمل قصیدہ معراجیہ۔ یہ وہی قصیدہ ہے جسے ایک محفل میں سننے کے بعد محسن کاکوروی نے اپنا مشہور قصیدہ معراجیہ

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

یہ کہہ کر جیب میں ڈال لیا تھا کہ اعلیٰحضرت کے قصیدے کے بعد میرے اس قصیدے

کی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی۔

۶: ۷۰ اشعار کا ایک درود — کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

اس درود کے قوافی بھی حروف تہجی کی ترتیب سے ہیں اور ہر حرف میں متعدد اشعار ہیں اس کے باوجود اثر انگیزی اور روانی میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوئی۔

۷: ۱۶۹ اشعار پر مشتمل ایک سلام کہ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یہ سلام[1] بلاشبہ اردو زبان کا بہترین اور مقبول ترین سلام ہے۔ دنیا کے کسی بھی گوشے میں جہاں اردو جاننے والے مسلمان موجود ہوں یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے یہ سلام نہ سنا ہو۔

علاوہ ازیں آپ کی دیگر نظمیں رباعیات اور غزلیات بھی [illegible] جواب نہیں رکھتیں۔ گویا کوثر و سلسبیل کی بہتی ہوئی نہریں ہیں جنھوں نے اشعار کا روپ دھار لیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ہم آپ کی شاعری کے بارے میں کچھ مشاہیر کی آراء بھی پیش کر دیں۔

مقبول جہانگیر لکھتے ہیں، "مولانا محمد علی جوہر نے علامہ اقبال کے لیے کہا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی طرف پھیر دیے لیکن مولانا احمد رضا خاں کا اعجاز شاعری ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیے۔"

ڈاکٹر سلام سندیلوی گورکھپور یونیورسٹی آپ کی شخصیت اور شاعری میں فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعری ہے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت ہے۔ شخصیت اور شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعرا کے یہاں ملے گی۔

سید شمیم اشرف (دہلی) ان کے نعتیہ کلام میں ایک سچے عاشق رسول کے دل کی [illegible]

---

[1] اس سلام پر متعدد شعراء نے تضمینیں لکھیں جن میں اختر الحامدی کی تضمین بہت مشہور و مقبول ہوئی۔ عابد

کی کارفرمائی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے جو دیدہ و دل کے تجمد پردوں پر ایک ملکوتی نور کا نقش ثبت کرتی ہے۔

ڈاکٹر طلحہ برق داناپوری (بھارت) انھیں زبان و بیان پر ملکہ حاصل تھا فارسی و عربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کا سلیقہ و شعور رکھتے تھے۔ ان کی اردو لکھنؤ کی بامحاورہ ٹکسالی زبان ہے کلام کی سنجیدگی، لب و لہجہ کی بلند آہنگی الفاظ اور زور اس میدان میں بے مثل استادی کی دلیل ہے۔

پروفیسر فاروق احمد صدیقی (بھارت) اردو کا کوئی بھی نعت گو آپ سے زیادہ وسیع المعلومات، اسرار شریعت کا رازداں، کتاب و سنت کے بحر ذخار کا سچا شناور اور صاحب فضل و کمال نہیں ہوا۔

ایضاً نعت گوئی میں آپ جس احتیاط و ادب شناسی کی منزل سے گزرے ہیں اس کا جواب نہیں اور یہ اس لیے کہ آپ نے قرآن سے نعت گوئی سیکھی اور حضرت حسان جیسے آشنائے منزل کو خضر راہ بنایا۔

مولانا ماہر القادری ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔

ڈاکٹر نسیم قریشی شعبہ اردو علی گڑھ یونیورسٹی مولانا احمد رضا خاں مرحوم متعدد علوم و فنون کے جامع تھے اور نعت گوئی میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے۔

پروفیسر حسین سحر انہوں نے نعت گوئی کو عبادت کا درجہ دے دیا۔

ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی علیگڑھ یونیورسٹی حضرت مولانا کے شاعرانہ کمالات سے حال ہی میں شناسائی ہوئی بالخصوص

عرش سے مژدہ بلقیس شفاعت لایا
طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور
سجدہ کراتی ہے کعبہ سے جبیں سائی دوست

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سر فلک نہ کبھی تا بہ آستان پہنچا
کہ ابتدائے بلندی تھی انتہائے فلک

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ اے چرخ کہن پھول

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگان کوچہ دلدار ہم

جا بجا پر تو فگن ہیں آسمان پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

کہوں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے بلبل رنگیں رضا یا طوطی نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دیکھو قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

زمانہ رخ کا ہے جلوہ دیا ہے شاہد گل کو
اتنی طاقت پرواز دے پر ہائے بلبل کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینے کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستان ہم کو

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود   اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا   اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
"مصطفٰی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

خامۂ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ   ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں   ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ   بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی   یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

ہے جلوہ گہ نور الٰہی وہ رو   قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب   چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا   غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے معاف   جس میں ترا کچھ خرچ نہیں دے مولا

روحانی زندگی

آپ نہ صرف ایک زبردست عالم، مصلح، شاعر، فلسفی، ریاضی داں، ماہر معاشیات، سیاستداں، مجدد بلکہ بہت بڑے ولی اللہ اور وقت کے قطب الارشاد بھی تھے۔

۱۲۹۴ھ میں آپ اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے ہمراہ حضرت سید آل رسول احمدی مارہروی کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے۔ اسی وقت مرشد برحق نے دونوں حضرات کو خلافت نامہ عطا فرما کر خرقۂ مقدسہ سے بھی سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسین نوری نے حضرت سید آل رسول سے عرض کی کہ حضور! آپ کے یہاں تو طویل بامشقت مجاہدات و ریاضات کے بعد خلافت و اجازت دی جاتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بیعت کرتے ہی خلافت بھی دے دی گئی۔ حضرت مرشد برحق نے فرمایا: "میاں صاحب! اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے مجاہداتِ طویلہ اور ریاضاتِ شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ دونوں حضرات صاف ستھرا پاکیزہ دل لے کر ہمارے پاس آئے ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی"

پھر فرمایا: "مجھے اس بات کی بہت بڑی فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آل رسول! تو میرے لیے کیا لایا ہے تو میں بارگاہ الٰہی میں کون سی چیز پیش کروں گا۔ لیکن آج وہ فکر میرے دل سے دور ہو گئی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول! تو میرے لیے کیا لایا؟ میں عرض کروں گا کہ الٰہی تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں" (سوانح اعلیٰحضرت)

شجرہ عالیہ قادریہ

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود اعلیٰحضرت کا دعائیہ اشعار میں لکھا ہوا شجرہ شریف بھی درج کر دیا جائے

یاالٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقرِ علم ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہرِ معروف و سری معروف دے بیخود سری
جندِ حق میں گن جنیدِ باصفا کے واسطے

بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہُمْ رِزْقًا سے دے رزقِ حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دیں محیِ جانفزا کے واسطے

طورِ عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقیِ عشق انتما کے واسطے

حبِّ اہلبیت دے آلِ محمد کے لیے
کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُرنور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسولِ مقتدیٰ کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم و عمل
عفو و عرفاں عافیت احمد رضا کے واسطے

آپ کو جن سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت حاصل تھی وہ حسب ذیل ہیں

(۱) سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ اہدلیہ
(۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ
(۸) سہروردیہ واحدیہ (۹) سہروردیہ فضلیہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ

علویہ (۱۲) بدیلیہ (۱۳) علویہ منامیہ (اجازۃ المتینہ)

ان سلاسل کے علاوہ مصافحات اربعہ کی سندات بھی آپ کو ملیں جو یہ ہیں۔

(۱) مصافحۂ جنیہ (۲) مصافحۂ خضریہ (۳) مصافحۂ معمریہ (۴) مصافحۂ منامیہ

مندرجہ ذیل اذکار و اعمال کی بھی آپ کو اجازت تھی۔

خواص القرآن ، اسمائے الٰہیہ ، دلائل الخیرات ، حصن حصین ، حزب البحر ، حزب البر
حزب النصر ، حرز الامیرین ، حرز الیمانی ، دعاء مغنی ، دعائے حیدری ، دعائے عزرائیلی ، دعاء سریانی
قصیدہ غوثیہ ، صلوٰۃ الاسرار ، قصیدہ بردہ وغیرہ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں)

گویا طریقت کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں تک آپ کی رسائی نہ ہو۔ اتنے زیادہ دینی دنیوی ظاہری اور باطنی علوم حاصل ہونے کے باوجود آپ میں تواضع اور انکساری انتہائی حد تک پائی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ " ایک دفعہ میں نے عرض کیا حضور! کیا اس علم کا کوئی حصہ عطا نہ ہوگا جس کا علماء کرام میں نشان بھی نہیں ملتا۔ مسکرا کر فرمایا" میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں یہ تو آپ کے جدِ امجد سرکار غوثیت کا فضل و کرم ہے اور کچھ نہیں" (انوار رضا)

آپ اپنے پیر و مرشد کی محبت میں ہر وقت سرشار رہتے تھے اور پیر خانے کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے پیر و مرشد سید آل رسول مارہروی کے سجادہ نشین نے آپ سے خانقاہ عالیہ کی حفاظت کے لیے دو کتوں کی فرمائش کی تو آپ اپنے دونوں صاحبزادوں حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان اور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفٰے رضا خاں۔ کو پیش کر آئے اور کہا کہ حضرت! ان کتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے یہ سارا کام کاج کریں گے اور رات کے وقت رکھوالی بھی" (انوار رضا صہ ۲۴۱)

آپ عشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسمہ تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس کا ذرہ برابر بھی تعلق ہوتا اس کا بہت زیادہ احترام کرتے سادات کرام سے تو آپ کی محبت

ضرب المثل بن چکی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا استاد کسی شہزادے کو مار سکتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا " قاضی جو حدود الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سیّد پر حد ثابت ہو تو باوجودیکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا۔ لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت کرے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں۔ تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم تا بہ معلم چہ رسد (الملفوظ حصہ سوم)

آپ ہر جسمانی و روحانی بیماری میں طب نبوی کے مطابق علاج کرتے۔ چنانچہ جب بریلی میں طاعون کی وبا پھیلی اور روزانہ بیسیوں لوگ لقمہ اجل بننے لگے تو انہیں دنوں آپ کے مسوڑھوں میں ورم آگیا اور یہ ورم اتنا شدید تھا کہ آپ کچھ کھا پی بھی نہیں سکتے تھے ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ طاعون ہے مگر آپ نے فرمایا کہ مجھے ہرگز طاعون نہ ہوگی کیونکہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر وہ دعا پڑھ لی ہے جس کے بارے میں نبی پاک نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا وہ دعا یہ ہے۔

الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلاً۔

آپ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھے۔ آپ میں طریقت اور شریعت کا حسین امتزاج پیدا ہوگیا تھا۔ آپ کی زبان پر وہی ہوتا جو دل میں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی باتوں میں بلا کا اثر تھا۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین نے آپ کی مختصر سی ملاقات سے متاثر ہو کر داڑھی رکھ لی اور پابند صوم و صلوٰۃ ہوگئے۔ اسی طرح ۲۸ رجب ۱۳۳۷ھ بروز جمعہ بوقت عصر آپ کی وعظ سے متاثر ہو کر ۲۸ لوگوں نے ظاہری گناہوں سے اور ۱۵ آدمیوں نے اپنے باطنی گناہوں سے توبہ کی (الملفوظ حصہ دوم)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عادات کریمہ اور اقوال زریں مختصراً درج کر دیئے جائیں۔ جن سے لاکھوں افراد کو راہ ہدایت ملی اور اب بھی ان کے مطابق اپنی زندگیوں

کو ڈھال کر راہ نجات حاصل کی جا سکتی ہے ۔

عادات و خصائل

(۱) آپ نے تمام عمر مسجد میں آکر با جماعت نماز ادا کی۔

(۲) آپ ہمیشہ عمامہ اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھتے فرض نماز کو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے میں ادا نہیں کی۔

(۳) آپ ہر کام دائیں ہاتھ سے کرتے تھے

(۴) ہفتے میں دو بار ۔ جمعہ اور سہ شنبہ کو لباس تبدیل فرماتے ۔

(۵) اندر کے کمرے میں تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے صرف نماز پنجگانہ کے لیے باہر نکلتے

(۶) نماز عصر کے بعد عام لوگوں سے ملاقات کرتے ۔

(۷) مغرب کے بعد زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے ۔

(۸) حدیث کی کتابوں کے اوپر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے

(۹) ایک پاؤں کو دوسرے زانو پر رکھ کر بیٹھنا ناپسند فرماتے ۔ ہمیشہ دو زانو بیٹھتے ۔

(۱۰) جمائی آتے ہی انگلی منہ میں دبا لیتے ۔

(۱۱) بغداد ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف کبھی پاؤں نہ پھیلاتے اور نہ اس طرف منہ کر کے تھوکتے ۔

(۱۲) خط بناتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال کرتے ۔

(۱۳) ہمیشہ تمباکو کے بغیر پان کھاتے آخر عمر میں تو پان کھانا بھی چھوڑ دیا تھا ۔

(۱۴) کھانا نمک سے شروع کرتے اور نمک پر ہی ختم کرتے ۔

(۱۵) اللہ و رسول سے محبت کرنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کے دشمن

کو اپنا دشمن ۔

(۱۶) اپنے دشمن سے سخت کلامی تک نہ کرتے ۔ لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتتے ۔

(۱۷) کسی کو خلاف شرع کام یا باتیں کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے ۔

(۱۸) ٹھٹھا قہقہہ اور کھل کھلا کر ہنسنے سے اجتناب کرتے ۔

(۱۹) جماعت کا اتنا خیال کرتے کہ بعض اوقات مرض کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا نہایت دشوار ہو جاتا مگر جب نماز کا وقت آتا تو بغیر کسی سہارے کے ، خود ہی مسجد میں تشریف لے جاتے اور معلوم ہوتا کہ پورے طور پر صحت یاب ہیں۔

(۲۰) جب کوئی حج سے واپس آتا تو اس سے دریافت فرماتے کہ کیا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی وہ ہاں کہہ دیتا تو فوراً اس کے قدم چوم لیتے ۔

(۲۱) آپ کی جانب سے بیوگان اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لیے ماہانہ رقوم مقرر تھیں ۔

(۲۲) آپ چوبیس گھنٹوں میں صرف دو گھنٹے آرام فرماتے ۔

(۲۳) رات کو سوتے وقت نام اقدس محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل میں لیٹتے ۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں سمیٹ لیتے

(۲۴) سلام میں پہل کرتے

(۲۵) چلتے وقت نگاہیں نیچی رکھتے ۔

(۲۶) مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور انہیں عمدہ کھانے کھلاتے ۔

(۲۷) مزاج میں عجب ، غرور اور تکبر بالکل نہ تھا ۔

(۲۸) سادات کی بہت عزت کرتے آپ کے ہاں ہر تقریب میں سادات کرام کو دوہرا حصہ دیا جاتا ۔

(٢٩) لفظ محمد سن کر صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہتے۔

(٣٠) تعویذ خدمت خلق کے طور پر مفت دیتے۔

(٣١) آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی ملامت کا خوف۔

(٣٢) علالت کے زمانے میں کسی وقت کے بغیر فتویٰ نویسی جاری رکھتے۔ اگر کسی طبیب کے اصرار پر چند گھنٹوں کے لیے مشاغل علمیہ سے دست کش ہو جاتے تو مرض کا غلبہ ہونے لگتا۔ گویا خدمت دین آپ کے حق میں غذائے روح تھی۔

(٣٣) آپ کی غذا بہت ہی کم تھی۔ دن میں ایک آدھ بار بغیر مرچ کے شوربا اور ڈیڑھ یا دو بسکٹ تناول فرماتے۔

(٣٤) آپ کارڈ میں بسم اللہ شریف یا کوئی آیت یا اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے ذاتی نہیں لکھتے تھے۔ جو فتوی کارڈ پر لکھتے اس کا ختم "وھو تعالیٰ اعلم" پر کرتے نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام لکھتے (اکرام امام احمد رضا صفحہ ٩٦)

(٣٥) آپ کی محفل میں داڑھی والے کو ڈبل حصہ ملتا۔ (اعلحضرت بریلوی صفحہ ٦٩)

(٣٦) چراغ جلانے کے لیے دیا سلائی مسجد سے باہر جلانے کا حکم دیتے کیونکہ اس کے جلانے سے بدبو نکلتی ہے جو مسجد کے احترام میں مانع ہے (اعلحضرت بریلوی صفحہ ٨٥)

(٣٧) محفل میلاد میں شروع سے آخر تک دو زانو بیٹھتے اور دو دو تین تین گھنٹے اسی حالت میں بیٹھ کر تقریر کرتے (اعلحضرت بریلوی صفحہ ٨٩)

(٣٨) سال بھر میں صرف تین بار وعظ فرماتے ایک منظر اسلام جامعہ رضویہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر دوسرا ١٢ ربیع الاول شریف کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اور تیسرا حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے عرس کے موقع پر۔ (اعلحضرت بریلوی صفحہ ...)

اقوال زریں

(١) نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں (الملفوظ)

(٢) غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

(٣) بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے دھاگے کی لگام ڈالتا ہے۔

(٤) جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے اللہ نجات کی راہ نکال دیگا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

(٥) شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے

(٦) طلب صادق کبھی خالی نہیں جاتی۔

(٧) اولیاء اللہ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور مشابہت کرنا کسی دن ولی اللہ کر دیتا ہے۔

(٨) کسی وقت اپنے آپ کو مشورۂ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے

(٩) صوفی صاحب تحقیق اور اس کا مسلک طریق۔

(١٠) نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔

(١١) جس کا ایمان پر خاتمہ ہو گیا اس نے سب کچھ پا لیا۔

(١٢) جس سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔

(١٣) احباب علمائے شریعت اور برادران طریقت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اور سخت تاکید ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین و حمایت سنت میں مالی منفعت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں بلکہ ان کی خدمت خالصۃً لوجہ اللہ ہو ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے کچھ نذر پائیں وہ فرمائش کر اس کا قبول کرنا

ملت ہے۔ (ماہنامہ "الرضا" بریلی بابت ماہ ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ١٣٣٨ھ)۔

حلیہ مبارک

آپ گندمی رنگ، بلند پیشانی، ستواں ناک، خوبصورت آنکھیں عقابی نگاہیں، بیچ چہرہ، خوب صورت گردار داڑھی، کانوں کی لونک پتلے۔ صراحی دار بلند گردن، چوڑا سینہ، میانہ قد، لاغر جسم، نرم رفتار، پرتاثیر نرم گفتار، روانی حسین اور دلکش شخصیت کے مالک تھے۔

چودہ برس کی عمر میں درد گردہ لاحق ہوا جو آخر عمر تک رہا اس دائمی مرض نے جسم کو انتہائی لاغر اور کمزور کر دیا تھا۔

لباس مبارک

آپ سر پر دوپلی ٹوپی اور اس پر ہمیشہ عمامہ پہنتے۔ ہندوستانی جوتا پہنتے جسے سلیم شاہی جوتا کہتے ہیں۔ ہر موسم میں سوائے موسمی لباس کے آپ سفید کپڑے ہی زیب تن فرماتے۔ موسم سرما میں رزائی بھی اوڑھا کرتے تھے مگر سبز کاہی اونی چادر بہت پسند فرماتے۔

سفر آخرت

آخر وہ وقت بھی آگیا جس سے کسی کو مفر نہیں ٢٥ صفر ١٣٤٠ھ مطابق نومبر ١٩٢١ء بروز جمعہ دو بجکر ٣٨ منٹ پر عین اذان جمعہ میں ادھر حی علی الفلاح سنا ادھر روح پر فتوح نے داعی اجل کو لبیک کہی علم کا آفتاب غروب ہو گیا، علم کا پہاڑ چھپ گیا، اور قافلہ عشق مصطفےٰ کا حدی خواں دربار مصطفےٰ میں حاضر ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وصال کی خبر سنتے ہی حضرت سید نذر اشرف کچھوچھوی کی زبان سے نکلا "رحمۃ اللہ علیہ"

ے (نسیم بستوی، اعلیحضرت بریلوی ص١٢)

ے (" " " " ")

بعد میں حساب کیا گیا تو یہی تاریخ وصال تھی۔ خود آپ نے اپنی وفات سے چار ماہ بائیس دن قبل کوہ بھوالی میں اپنی تاریخ وفات اس آیت سے نکالی۔ ویطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ واکواب (١٣٤٠ھ) (ترجمہ: خدام چاندی کے کٹوروں اور گلاس لیے انہیں گھیرے ہیں)۔

حضرت محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ حضرت سید علی حسین شاہ اشرفی وضو فرما رہے تھے کہ اچانک رونے لگے میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ دیکھا میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا چند گھنٹے بعد بریلی سے اعلیٰحضرت کے وصال کا تار آگیا۔ (انوار رضا)

سید ظہور علی نے لحد کھودی، مولانا امجد علی اعظمی نے حسب وصیت غسل دیا، حافظ امیر حسن مراد آبادی نے مدد دی۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف، سید محمود جان، سید ممتاز علی اور مولانا محمد رضا خاں نے پانی ڈالا، مولانا حسنین رضا خاں، حکیم حسین رضا خاں، لیاقت علی خاں اور منشی خدا یار خاں پانی دینے میں مصروف رہے۔ مولانا حامد رضا خاں نے مواضع سجود پر کافور لگایا، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے کفن بچھایا اور پھر دنیائے اسلام کا وہ بدر کامل کفن کی سفید بدلیوں میں چھپا دیا گیا۔ عیدگاہ کی طرف جنازہ روانہ ہوا اگرچہ پہلے سے کسی معین راستے کا اعلان نہ کیا گیا تھا تاہم دو رویہ چھتیں عورتوں اور راستے مردوں سے پُر ہونے منتظر تھے۔

حسب وصیت نعت خواں "کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود" بڑے سوز کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ عیدگاہ میں نماز جنازہ کے بعد زیارت کرائی گئی کروڑوں کی دنیا میں بس جانے والے کو چشم سر سے دیکھنے کا یہ آخری موقع تھا۔ (وصایا شریف)

اور پھر بریلی کے محلہ سوداگران میں دارالعلوم منظر الاسلام کے شمال جانب آپ کو سپرد

وصایا شریف

وصال سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے آپ نے مندرجہ ذیل وصیتیں فرمائیں اور انہیں باقاعدہ تحریر کر دیا۔

نزع کے وقت جنب حائض اور کتا مکان میں نہ آنے پائے۔

کارڈ لفافے روپیہ پیسہ کوئی تصویروں والی چیز نہ رہے۔

سورہ یٰسین اور سورہ رعد بعینہ پر دم آنے تک پڑھی جائیں

کلمہ طیبہ بعینہ پر دم آنے تک متواتر پڑھا جائے۔

کوئی چلا کر بات نہ کرے

کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

قبض روح کے بعد فوراً آنکھیں بند کر دی جائیں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں نرمی میں بسم اللہ علیٰ ملۃ رسول اللہ۔ کہہ کر ٹھنڈا پانی چلا یا

رونے دھونے سے اجتناب کیا جائے۔

نزع کے وقت کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔

غسل کفن وغیرہ مطابق سنت ہو۔

مولانا حامد رضا خاں فتاوی میں تحریر کی ہوئی دعائیں یاد نہ کر سکیں تو مولانا امجد علی نماز جنازہ پڑھائیں جنازے میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ کریں۔

جنازے کے آگے آگے قصیدہ قادریہ اور 'تم پر کروڑوں درود' پڑھی جائے۔

کوئی مرثیہ شعر ہرگز نہ پڑھا جائے۔

قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں اور داہنی کروٹ پر بسم اللہ علیٰ ملۃ رسول اللہ کہہ کر لٹائیں۔

اناج قبر پر نہ لے جائیں وہیں تقسیم کر دیں کیونکہ وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی

ہوتی ہے۔

قبر تیار ہونے تک یہ دعا پڑھیں

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم ثبت عبدک ہذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم

بعد تیاری قبر سرہانے کی طرف الٓمٓ تا مفلحون اور پائنتی آمن الرسول تا آخر پڑھی جائے۔

حامد رضا خاں سات مرتبہ باآواز بلند اذان دیں۔

تلقین کرنے والے قبر کے مواجہہ میں تین بار تلقین کریں۔

۱½ گھنٹے تک قبر پر مواجہہ میں درود شریف باآواز بلند پڑھا جائے۔ ہو سکے تو تین شبانہ روز تک بلا وقفہ باآواز بلند قرآن پاک اور درود شریف پڑھوائے جائیں۔

فاتحہ کے کھانے سے امیروں کو کچھ نہ دیا جائے صرف غریبوں کو دیں وہ بھی بشاشت عزت اور خاطر داری کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر

اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتہ میں دو تین بار اعلیٰ قسم کے کھانے غریبوں کو کھلائے جائیں

حامد رضا خاں ننھے میاں (محمد رضا خاں) سے صاف رہیں۔

سب بھائی اتفاق سے رہیں

اتباع سنت نہ چھوڑیں۔

جس مسلک پر میں چلا ہوں اسی پر چلیں

آخری خطبہ

امام احمد رضا نے اپنے وصال سے چند روز قبل اپنے پیر و مرشد حضرت سید آل رسول مارہروی کے عرس کے موقع پر جو خطبہ دیا اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خطبہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا:

"پیارے بھائیو! لا ادری ما بقائی فیکم مجھے معلوم نہیں میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں، تین ہی وقت ہوتے ہیں، بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا، اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے، ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلس عطا فرمائے مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔

اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں ایک تو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسری خود میری۔ تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں، حضور سے صحابہؓ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم۔ اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا، مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو، حجۃ اللہ قائم ہو چکی ہے اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا، جس نے اسے سنا اور مانا قیامت

کے دن اس کے لیے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاکت۔ یہ تو خدا و رسول کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں۔

اور دوسری میری وصیت ہے آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کئے مجھے نہ کرنے دیے اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے۔ مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔ میں نے تمام اہلِ سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں۔ آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگذاشت ہوئی ہو وہ معاف کر دیں۔ اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں ان سے میری معافی کرا لیں۔" (وصایا شریف صد ۱۳۔۱۴ از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ (رضوی کتب خانہ لاہور)

آخری تحریر

امام احمد رضا نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ وصال سے صرف دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے ضروری وصایا قلمبند کرائے اور آخر میں ٹھیک بارہ بج کر اکیس منٹ پر دستخط فرمائے اور مندرجہ ذیل کلمات تحریر کئے:

"فقیر احمد رضا غفرلہ، تعلیم خود بجالات صحت حواس۔ واللہ شہید ولہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی شفیع المذنبین وآلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الی ابد الابدین۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔"

اور یہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد اور عالم اسلام کے دوسرے بڑے مصنف کے اس حق پرست کی آخری تحریر تھی۔

امام احمد رضا خاں کا آخری خط

جو انھوں نے مولانا عبدالسلام جبلپوری کو اپنے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے لکھوایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت بابرکت مولانا عبدالسلام اوامہ السلام بالخیر والسلام و حضرت الاسلام آمین!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

ایک وقت میں تین واقعہ ایسے نہیں کہ انسان کے پائے ثبات میں کچھ تزلزل نہ آنے پائے مگر جناب بفضلہ تعالیٰ علائے عاملین و رجال ذاکرین و شاکرین سے ہیں۔ خدا تعزیت کا فقیر نے نور عینی مولوی برہان میاں سلمہ کو لکھا، اگرچہ جناب کو حاجت نہیں مگر ایک نظر ملاحظہ فرما لیجئے ان دونوں صاحبوں کو سنا کر تفہیم کامل تلقین و صبر فرما دیجئے۔ ضرور ضرور ضرور ہی تھا کہ فقیر اس وقت تعزیۃً حاضر ہوتا مگر اپنی حالت کی تفصیل کہ اس وقت تک سنیاں فکر و ملال جناب گذارش نہ کی تھی عرض کرنی یوں بھی مناسب ہوئی کہ بفضلہ تعالیٰ جو تعلق جناب اور نور عینی برہان میاں اور اس سارے مبارک گھر کو میرے ساتھ ہے اس کی نظر کم ہے اس طرف فکر مشغول ادھر کے غم سے شاغل ہوگی اور اس محتاج دعا کے لئے خالص قلب سے دعا فرمائیں گے۔ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ میری نجات و شفا کی کافل ہوگی۔

بھوالی میں ۱۹ ذی الحجہ سے چلا۔ روز مجھے شدید بخار آیا۔ پانچویں دن درد پہلو میں ہوا پھر وہ درد جگر سے متبدل ہوا۔ محرم کا دن اور آٹھویں شب جیسی گزری الحمد للہ رب العلمین، الحمد للہ علی کل حال واعوذ باللہ من حال اہل النار۔

وہاں نہ کوئی طبیب، نہ کچھ دوا، اوپر کی سانس کے ساتھ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جگر کی ایک طرف بال کے برابر ہوتی ہر کئی انگل بلند ہوئی اور دوسری طرف سے دوسری اور دونوں مل گئیں

کی طرح سے پیچ ہوتے پھر وہیں بیٹھ گئیں۔ اس کے ساتھ بار بار یہ ریاح قلب کی طرف متوجہ ہوتے معلوم ہوتے تھے۔ اس وقت اندیشہ زیادہ ہوا۔ حدیث میں دعا ارشاد فرمائی ہے میں نے قلب پر ہاتھ رکھ کر پڑھی۔ ان پر بے شمار درودیں ہوں فوراً بڑی بڑی ڈکاریں آنی شروع ہوئیں۔ اور یہاں تک آئیں کہ بفضلہ تعالیٰ وہ ریاح قلب پر سے صاف ہو گئے یہ رات کے بارہ بجے کا واقعہ ہے۔

اب جگر نے کہا مجھے کیوں محروم رکھا جاتا ہے۔ میں نے اس پر ہاتھ رکھ کر وہی دعا پڑھی بے کسی دوا کے ایک اجابت ہوئی اور درد میں باذنہٖ تعالیٰ خفت۔ تین بجے کے قریب پھر جگر پر اجتماع ریاح اور شدید درد ہوا۔ میں نے پھر دعا پڑھی فوراً دوسری اجابت ہوئی اور درد میں بفضلہ تعالیٰ خفت ہوئی اور بحمدہ تعالیٰ درد بالکل جاتا رہا۔ یہ ان کا فضل ہے، یہ ان کا کرم ہے افضل صلوٰت اللہ واکمل تسلیمات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وابنہ وحزبہ الیٰ ابد الآبدین فی کل آن وحین بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ آمین والحمد للہ رب العلمین۔

اور ایک عجیب بات اور اسماع فرمایئے جسے میں نے طبیبوں کے سامنے ذکر کیا اور پوچھا کہ تمہاری طب میں اس کی کوئی وجہ ہے یا طبیعیات میں کچھ پتا ہے۔ یہی جواب ملا کہ حاشا اگر یہ رحمت خاصۂ خدا ہے۔ اس مرض کے ساتھ ہی بشدت کھانسی و زکام اور بلغم میں لزوجت ایسی کہ دس دس جھٹکوں کے بعد بدشواری جدا ہوتا کھانسی اس قدر شدت کی آتی کہ تنے جھٹکے ہوتے اور جگر دو پہلو میں درد ان کو ان جھٹکوں کی اصلاً خبر نہ ہوتی۔ ایک صاحب کے پاؤں میں زخم ہے کھانسی آتی ہے وہاں درد ہوتا ہے اور یہاں برابر کے اعضا میں درد اور ان کو ان جھٹکوں کی اصلاً اطلاع نہیں۔ فالحمد للہ الکریم حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب و یرضیٰ۔

غرض یہ وہ مرض تھا کہ بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیمائش سے سوا انچ گھل گیا۔ رانوں کا ابتدائی حصہ اتنا رہ گیا جتنے بائیس دن پہلے بازو تھے۔ شدت قبض و ہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک ہے۔

بحمدہ محرم کو پہاڑ سے واپس آیا اور اس والے میرے احباب تھے مولیٰ تعالیٰ انھیں جزائے

غیرہ ہے۔ دالان میں میرے لیے پلنگ بچھا کر لائے اور بفضلہ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا۔
یہاں جب تک آیا ہوں، اتنی قوت باقی نہ تھی کہ عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر
بٹھا کر مسجد میں لے گئے۔ عصر بھی مسجد میں ادا کی پھر بخار آگیا اور اب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی
چند روز سے اسہال شروع ہوئے اس نے بالکل گرا دیا۔ نماز کی چوکی پلنگ کے برابر بچھی ہے۔ اس
پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا نہیں نہیں بلکہ بہت سے ہوتا ہے الحمد للہ کہ اب تک فرض و وتر اور
صبح کی سنتیں بقدر ضعف کھڑے ہو کر ہی پڑھتا ہوں۔ مگر جو دشواری ہوتی ہے دل جانتا ہے۔
آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے۔ مکان سے مسجد تک کرسی پر جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ
بیٹھ کر سنتیں بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہیں اور اس تکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے
نبض کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار چار بار رک جاتی ہے دو دو ترچھی کی تندی رہتی
ہے پھر بار بار تعال چلنے لگتی ہے۔ لہٰذا با دل ناخواستہ حاضری سے معذور ہوں۔

میں نے حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں سے کہا تھا کہ میں نہیں جا سکتا تم دونوں میں
سے کوئی خدمت حضرت مولانا میں حاضر ہو مگر وہ اس سخت مخدوش حالت میں مجھے چھوڑ
کر جانا پسند نہیں کرتے۔

یہ سب حالات میں نے شکر نعمت الٰہی و طلب دعا کے لیے لکھے ہیں۔ میں قسم دیتا ہوں کہ
جناب یا نور عین برہان میاں حالت موجودہ میں عیادت کے لیے ہرگز تکلیف نہ فرمائیں وہیں سے
دعا ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اگر وقت آگیا ہے تو میں ان سے کہہ دوں گا کہ جب پاس ہو تو فوراً
حضرت مولانا کو تار دے دو کہ نماز میں شرکت جناب فقیر کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ باعث رحمت و
برکت ہوگی۔ سب احباب کو سلام اور طلب دعا۔ والسلام مع الاکرام ۸ صفر ۱۳۴۰ھ

مخلصان کرام حکیم عبد ... برادران کلیم صاحب و دادا بھائی و عبد الکریم بھائی و قاسم بھائی و امثالہم سے
بالخصوص بعد سلام طلب دعا ہے۔ یہ دو خط صبح سے رات کے گیارہ بجے تک متفرق اوقات میں لکھا
پایا۔ والسلام مع الاکرام (دستخط) فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۸ صفر ۱۳۴۰ھ بقلم مصطفیٰ رضا خاں)

فیضِ رضا

آپ کا ظاہری و باطنی فیض دنیا بھر میں پہنچا۔ لیکن آپ نے اپنی زندگی میں نہ تو اپنے خلفاء
و متوسلین کا کوئی ریکارڈ رکھا اور نہ ہی جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی کے فارغ التحصیل ہونے والوں اور
دوسرے شاگردوں کا اس لیے ہم آپ کے خلفاء و تلامذہ کی مکمل فہرست تو پیش کرنے سے قاصر
ہیں۔ جن اسمائے گرامی کا اس ناقص راقم کو پتہ چل سکا وہ یہ ہیں۔

خلفاء کرام —

(۱) شیخ محمد عبد الحئی بن سید عبد الکبیر الکتانی الحسنی (۲) شیخ اسماعیل خلیل
(۳) شیخ مصطفیٰ خلیل (۴) شیخ مامون البری المدنی (۵) شیخ اسعد الدہان
(۶) شیخ عبد الرحمان (۷) شیخ عابد حسین مفتی مالکیہ (۸) شیخ علی بن حسین (۹) شیخ جمال بن محمد الامیر
(۱۰) شیخ عبد اللہ بن ابی الخیر (۱۱) شیخ عبد اللہ (۱۲) شیخ بکر رفیع (۱۳) شیخ ابی حسین مرزوقی (۱۴) شیخ
حسن العجمی (۱۵) شیخ الدلائل سید محمد سعید (۱۶) شیخ عمر الحمردسی (۱۷) شیخ عمر بن حمدان (۱۸) شیخ احمد خضراوی مکی
(۱۹) شیخ ابو الحسن محمد المرزوقی (۲۰) شیخ حسین مالکی (۲۱) شیخ علی (۲۲) شیخ محمد جمال (۲۳) شیخ صالح کمال (۲۴)
شیخ عبد اللہ میرداد (۲۵) شیخ احمد ابی الخیر میرداد (۲۶) شیخ سالم بن عید اس (۲۷) سید علوی بن حسن
(۲۸) سید ابو بکر بن سالم (۲۹) شیخ محمد بن عثمان دحلان (۳۰) شیخ محمد یوسف (۳۱) شیخ عبد القادر کردی
(۳۲) شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی (۳۳) شیخ محمد بن سید ابی بکر الرشیدی (۳۴) مولانا حامد رضا خاں
(۳۵) مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۳۶) مولانا ظفر الدین بہاری (۳۷) سید دیدار علی شاہ (۳۸) صدر الشریعہ
امجد علی اعظمی (۳۹) صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی (۴۰) مولانا احمد اشرف جیلانی (۴۱) مولانا احمد
مختار صدیقی میرٹھی (۴۲) مولانا عبد الاحد قادری (۴۳) مولانا عبد العلیم صدیقی والد مولانا شاہ احمد نورانی (۴۴)
مولانا محمد رحیم بخش (۴۵) منشی محمد لعل خاں مدراسی (۴۶) مولانا ضیاء الدین احمد مدنی (۴۷) مولانا محمد شفیع
احمد بیسلپوری (۴۸) مولانا محمد حسنین رضا خاں (۴۹) مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں (۵۰) مولانا امام الدین

موکل اودان (۵۱) مفتی غلام جان ہزاروی (۵۲) مولانا احمد حسین امروہوی (۵۳) مولانا عبدالسلام جبل پوری
مولانا محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری (۵۵) سید فتح علی شاہ (۵۶) ابوالبرکات سید احمد قادری۔
(۵۸) مولانا ضیاء الدین ہزاروی (۵۹) مولانا محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی (۶۰) مولانا میر مومن علی مومن جنیدی
(۶۱) پروفیسر سید سلیمان اشرف علی گڑھ یونیورسٹی (۶۲) قاری محمد بشیر الدین جبل پوری (۶۳) قاضی عبدالوحید
فردوسی مدیر ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ م ۱۳۲۶ھ / تذکرہ اکابر صفحہ ۲۵ (۶۴) سید ایوب علی رضوی
۶۴ شاہ عبدالرحمن قادری بیجے پوری (اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی صفحہ ۲۲) (۶۵) حکیم غلام احمد فریدی
(تحریک آزادی ہند اور سواد اعظم صفحہ نمبر ۹۸) ۶۷ مولانا تقدس علی خاں

نوٹ جناب محمد طفیل ناسری خانے اپنی کتاب ذکر پاک (صفحہ نمبر ۹۶) میں مولانا نواب الدین رمداسی
اور مولانا حافظ محمد جمال الدین کو بھی امام احمد رضا کی طرف سے خلافت ملنے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن بعض
محققین ان سے متفق نہیں ہیں واللہ اعلم بالصواب

تلامذہ

(۱) مولانا حسن رضا خاں (۲) مولانا محمد رضا خاں (۳) مولانا حامد رضا خاں
(۴) سید احمد اشرف کچھوچھوی (۵) سید محمد محدث کچھوچھوی (۶) مولانا ظفر الدین بہاری
(۷) مولانا عبدالواحد (۸) مولانا حسنین رضا خاں (۹) مولانا سلطان احمد خاں (۱۰) سید برکات احمد
(۱۱) مولانا حافظ یقین الدین (۱۲) مولانا حافظ عبدالکریم (۱۳) سید نور احمد چاٹگامی (۱۴) مولانا منور حسین
(۱۵) مولانا واعظ الدین (۱۶) مولانا عبدالرشید عظیم آبادی (۱۷) شاہ غلام محمد بہاری (۱۸) مولانا کلیم الدین
(۱۹) مولانا نواب مرزا (۲۰) مفتی محمد برہان الحق جبل پوری تذکرہ امام احمد رضا صفحہ ۱۰ (۲۱) مولانا عبدالسلام
جبلپوری تذکرہ امام احمد رضا صفحہ ۲۲ (۲۲) شاہ عبدالرحمن بیجے پوری

زبانِ خلق نقارۂ خدا

امام احمد رضا کو اپنوں بیگانوں تمام نے علم و عرفان کا بحر بیکراں اور بے مثل عاشق رسول قرار دیا ہے
ذیل میں ہم چند مشاہیر کے تاثرات درج کرتے ہیں۔

سید اسماعیل بن سید خلیل مکہ مکرمہ

بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا
ہاں ہاں اگر ان کے بارے کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو بالکل حق اور سچ ہوگا (احسان الٰہی)

شیخ محمد صالح امام کعبہ

تمام معاصر علماء و فضلا کا فیصلہ ہے کہ آپ مصنفین کے امام ہیں اور اپنے دور کے سب سے بڑے مصنف

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری مدینہ منورہ

امام الائمۃ المجدد لہذہ الامۃ امور دینہا المؤید نور قلوبہا ویقینہا ۔ امام الائمہ ملت اسلامیہ کے مجدد، نور یقین اور نور قلوب کو تقویت دینے والے۔

سید محمد محدث کچھوچھوی

جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے کار افتا کیلئے اعلیحضرت کے حوالے کیا

زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایۂ حیات بن گئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور اب ایک دریائے علم کے ساحل کو پا لیا ہے علم کو راسخ فرمانا اور ایمان کی رگ و پے میں اتار دینا اور صحیح علم دے کر نفس کا تزکیہ فرما دینا، یہ وہ کرامت تھی جو ہر ہر منٹ پر صادر ہوتی رہتی تھی۔ (انوار رضا)

وصی احمد محدث سورتی: جب میں نے پیر و مرشد فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت کی تھی تو بایں معنی مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان سمجھا جاتا تھا مگر جب میں اعلیحضرت سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی۔ اب میرا ایمان رسمی نہیں بلکہ بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے (انوار رضا)

ایضاً۔ سید محمد محدث کچھوچھوی نے اپنے استاد حضرت وصی احمد محدث سورتی سے پوچھا کہ کیا اعلیحضرت علم الحدیث میں آپ کے برابر ہیں تو فرمانے لگے ہرگز نہیں۔ اعلیحضرت اس فن میں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں کہ میں سالہا سال صرف اس فن میں تلمذ کروں تو بھی ان کا پاسنگ نہ ٹھہروں (ایضاً)

شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی مکہ معظمہ: وان المؤلف من سلطان العلماء المحققين في هذا الزمان وان كلامه كله حق صراح وذلك انه من معجزات نبينا صلى الله عليه وسلم اظهره الله تعالى على يد هذا الامام الاوحد (الفيوضات الملكية)

بے شک مصنف (امام احمد رضا) اس زمانے میں علماء محققین کے بادشاہ ہیں انکی تمام باتیں سچی ہیں گویا وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے۔

حسن امام ملک پوری دیجارت: امام احمد رضا کی صلاحیت کسبی نہیں بلکہ الہامی وہبی تھی کیونکہ کسب کے ذریعے اتنے علوم پر عبور حاصل کر لینا عام ذہن کا کام تو نہیں ہو سکتا (انوار رضا)

مقبول جہانگیر: ان جیسے آدمی اخلاف جدید میں تو کیا، اسلاف قدیم میں

بھی دور دور تک نظر نہیں آتے۔ یہ کہنا کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے شاید ان کے مرتبے سے فروتر بات ہوگی مگر اس کے سوا اور کہا بھی کیا جائے! (انوار رضا)

علامہ اقبال: ہندوستان کے دور آخر میں مولانا احمد رضا خاں جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا (ایضاً)۔ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ ہوتے

مولانا اشرف علی تھانوی: میرے دل میں احمد رضا کے لئے بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتا ہے، کسی ذاتی غرض سے تو نہیں کہتا۔

(چٹان ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ بحوالہ اعلیحضرت کا فقہی مقام)

علامہ ابو البرکات سید احمد قادری: آج ہند و پاک میں مذہب اہل سنت اپنی اصلی حالت میں جو نظر آ رہا ہے محض ان کے تجدیدی کارناموں کا ثمرہ ہے (انوار رضا)

سید مغفور القادری: ہر موضوع پر انکی کتابیں فن کی حیثیت رکھتی ہے یہ ایک تاریخی ناقابل فراموش و معافی فروگذاشت ہوگی، اگر ہندوستان کے اتنے بڑے عالم مفکر مصنف لغت گو اور سیاسی مدبر انسان رہنما کو صرف فکر و نظر کے اختلافات کی وجہ سے گمنامی کے گوشہ میں پھینک دیا جائے۔

ملک شیر محمد خاں اعوان: احمد رضا خاں کسی فرد واحد کا نام نہیں، تقدیس رسالت کی تحریک کا نام تھا، عامۃ المسلمین کے زندہ ضمیر کا نام تھا، عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر دھڑکنے والے پاک باہرکت اور پرسوز دل کا نام تھا۔ اور جب تک یہ سب چیزیں زندہ رہیں گی، امام احمد رضا خاں کا نام زندہ رہے گا (ایضاً)

مولانا مودودی: مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

امام احمد رضا پر کتابیں

امام احمد رضا پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اس کا احصا نہایت ہی مشکل ہے۔ ذیل میں ایک نامکمل فہرست پیش کی جارہی ہے اس میں زیادہ تر ایسی کتابوں کے نام شامل کئے گئے ہیں جو کلیتہً امام احمد رضا پر لکھی گئیں اور بندہ کے علم میں آگئیں۔ ایسی کتابیں جن میں جزوی طور پر امام موصوف کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے صرف چند اہم کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ایسی کتابوں کے ذکر سے فہرست بہت ہی طویل ہو جاتی ہے

اس فہرست کی تیاری میں رانا خلیل احمد صاحب (منڈی جہانیاں) نے مدد فرمائی جس کے لئے میں ان کا ممنون ہوں۔

۱۔ ابو المنصور حافظ محمد انور قادری ، اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ، رضا پبلیکیشنز لاہور
۲۔ اختر شاہجہانپوری عبد الحکیم خاں مولانا ، رسائل رضویہ مطبوعہ لاہور
۳۔ " " " " اعلیٰحضرت کا فقہی مقام مرکزی مجلس رضا لاہور
۴۔ " " " " امام احمد رضا خاں کی تاریخ گوئی غیر مطبوعہ
۵۔ اختر الحامدی بہار عقیدت
۶۔ " انوار عقیدت } رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ
۷۔ اختر الحامدی امام نعت گویاں مکتبہ فریدیہ ساہیوال
۸۔ اختر اعوان ، پی ایچ ڈی ای ایم ماہر لسانیات پروفیسر گورنمنٹ کالج مردان سوات ، عرفان رضا غیر مطبوعہ
۹۔ اختر مصباحی محمد یسین ، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں مکتبہ رضویہ کراچی۔
۱۰ " " " امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات مبارک پور بھارت

۱۱۔ اختر مصباحی محمد یسین امام احمد رضا کی نعت گوئی غیر مطبوعہ
۱۲۔ اطہر نعیمی وریاست علی قادری (مرتبین) ، معارف رضا ، ادارہ معارف رضا کراچی
۱۳۔ اقبال احمد نوری کرامات اعلیٰحضرت کانپور
۱۴۔ " " " شبستان رضا سکھر
۱۵۔ الوائی محی الدین پروفیسر ، امام احمد رضا ایک فاضل محدث کی نظر میں الاصلاح پبلیکیشنز خانیوال
۱۶۔ بدر الدین احمد سوانح اعلیٰحضرت امام احمد رضا ، نوری بک ڈپو لاہور
۱۷۔ حامد رضا خاں حجۃ الاسلام ، اجازات المتینہ لعلماء مکہ المدینہ (عربی) بریلی
۱۸۔ حامد علی رضا ڈاکٹر ہندوستان کے عربی گو شعراء (مقالہ پی ایچ ڈی) (غیر مطبوعہ) (علی گڑھ یونیورسٹی)
۱۹۔ حسنین رضا خاں وصایا شریف (نوری کتب خانہ لاہور)
۲۰۔ راجہ رشید محمود اقبال احمد رضا انجمن خدام احمد رضا لاہور
۲۱۔ رحمان علی مولوی تذکرہ علماء ہند مطبع نولکشور لکھنؤ
۲۲۔ رحیم بخش شاہین اوراق گم گشتہ لاہور
۲۳۔ رئیس احمد جعفری اوراق گم گشتہ "
۲۴۔ رفیع اللہ صدیقی پروفیسر ، فاضل بریلوی کے معاشی نکات ، جدید معاشیات کے آئینہ میں ، مرکزی مجلس رضا لاہور
۲۵۔ شاعر لکھنوی تاریخ گفت گوئی میں حضرت بریلوی کا منصب ، مرکزی مجلس رضا لاہور
۲۶۔ شرف قادری محمد عبد الحکیم مولانا یاد اعلیٰحضرت مکتبہ قادریہ لاہور
۲۷۔ " سوانح سراج الفقہاء مرکزی مجلس رضا
۲۸۔ " اعلیٰحضرت پر الزام کی ایک حقیقت الاصلاح پبلیکیشنز خانیوال
۲۹۔ شجاعت علی قادری علامہ سید مفتی ، مجدد الامۃ الشاہ امام احمد رضا خاں (عربی) ، مرکزی مجلس رضا [illegible]

۳۰۔ شمس بریلوی — اعلیٰحضرت کے نعتیہ کلام کا ادبی اور تحقیقی جائزہ — مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۳۱۔ بشیر محمد خاں اعوان ، ملک ، مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری — مرکزی مجلس رضا لاہور

۳۲۔ 〃 — محاسن کنز الایمان — 〃

۳۳۔ ظفر الدین بہاری محمد ، ملک ، "العلماء الافاضات الرضویہ" — غیر مطبوعہ

۳۴۔ 〃 — حیات اعلیٰحضرت حصہ اوّل — مکتبہ رضویہ کراچی

۳۵۔ 〃 — حیات اعلیٰحضرت دوم تا چہارم — غیر مطبوعہ

۳۶۔ 〃 — چودھویں صدی کے مجدد — مکتبہ رضویہ کراچی

۳۷۔ 〃 — المجمل المعدد لتالیفات المجدد — مرکزی مجلس رضا لاہور

۳۸۔ ظفر اقبال نوری ، محمد ، چودھویں صدی کے مفکر اعظم الشاہ احمد رضا خاں ، انجمن طلباء اسلام راولپنڈی۔

۳۹۔ عبد النبی کوکب ، قاضی — مقالات یوم رضا (اول دوم) ، دائرہ المصنفین لاہور۔

۴۰۔ عبد الستار نظامی ، عقیل ، صدیق ہزاروی تین مقالے — بزم رضا جامعہ نظامیہ لاہور۔

۴۱۔ عبد الوحید ، ڈاکٹر — اردو انسائیکلوپیڈیا — فیروز سنز لاہور

۴۲۔ عبد الحی لکھنوی — نزہتہ الخواطر جلد ہشتم عربی — حیدر آباد

۴۳۔ عبد المصطفیٰ محمد اعجاز حسین قادری — مولانا احمد رضا بریلوی (سندھی) — مرکزی مجلس رضا لاہور

۴۴۔ عبد الحق مولوی ، بابائے اردو ، قاموس الکتب جلد اول — انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

۴۵۔ غلام یٰسین راز اعظمی ابو المظفر ، وثائق بخشش شرح حدائق بخشش — مکتبہ امجدیہ کراچی

۴۶۔ غلام معین الدین نعیمی — حیات صدر الافاضل — لاہور۔

۴۷۔ غلام رسول سعیدی ، مولانا — فاضل بریلوی کا فقہی مقام — مرکزی مجلس رضا لاہور۔

۴۸۔ 〃 — ضیائے کنز الایمان — 〃

۴۹۔ غلام مصطفیٰ مصطفوی — مجدد ملت — لاہور

۵۰۔ غلام مصطفیٰ شاہ بخاری سید ، اعلیٰحضرت اور ان کے خلفاء کی دینی خدمات غیر مطبوعہ۔

۵۱۔ غلام سرور قادری ، مفتی — الشاہ احمد رضا بریلوی — ساہیوال۔

۵۲۔ فرخ شفیق — تقریب اشاعت ارمغان نعت — کراچی

۵۳۔ فرمان فتحپوری ، ڈاکٹر — اردو کی نعتیہ شاعری — لاہور

۵۴۔ فیاض محمود — تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند — 〃

۵۵۔ فاروق القادری سید — فاضل بریلوی اور امور بدعت — زیر طبع لاہور۔

۵۶۔ گل محمد فیضی — آزادی کی ان کہی کہانی — مکتبہ الحرم ڈاکخانہ شریف سرگودھا۔

۵۷۔ مصطفیٰ رضا خاں — الملفوظ ، چار حصص — نوری کتب خانہ لاہور

۵۸۔ محمود احمد قادری — امام احمد رضا اور ان کا عربی کلام — غیر مطبوعہ (کانپور)

۵۹۔ 〃 — تذکرہ علمائے اہل سنت — خانقاہ قادریہ مظفر پور بھارت

۶۰۔ 〃 — اعلیٰحضرت کے گیارہ عربی اشعار — الاصلاح پبلیکیشنز ، خانیوال۔

۶۱۔ مرید احمد چشتی — جمال رضا — غیر مطبوعہ محفوظ کردہ شرف قادری

۶۲۔ 〃 — اعلیٰحضرت شاہیر کی نظر میں — مکتبہ رضویہ لاہور

۶۳۔ 〃 — مناقب رضا — غیر مطبوعہ

۶۴۔ 〃 — حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی — زیر طبع

۶۵۔ محمد صادق قصوری — خلفائے اعلیٰحضرت — زیر طبع لاہور۔

۶۶۔ محمد ادریس خاں ، حکیم — اعلیٰحضرت کی علمی و ادبی خدمات مقالہ ڈاکٹریٹ — زیر طبع لاہور

۶۷۔ مقبول جہانگیر — امام احمد رضا علوم و فنون کا ہمالہ — لاہور

۶۸۔ محمد احمد مصباحی — تذکرہ رضا — حق اکیڈمی مبارکپور بھارت

۶۹۔ 〃 — دلّی میں یوم رضا — 〃

۷۰۔ — امام احمد رضا کا فقہی مقام — غیر مطبوعہ

۷۱۔ 〃 — اعلیٰحضرت اور علم نحو — 〃

نمبر	مصنف	کتاب	ناشر
۷۲	محمد احمد مصباحی	امام احمد رضا کا مجددانہ مقام	المجمع الاسلامی مبارکپور
۷۳	//	امام احمد رضا اور فتنۂ قادیان	غیر مطبوعہ
۷۴	//	تذکرۂ رضا	//
۷۵	محمد اکرم صوفی	تعارف اعلیٰحضرت	
۷۶	محمد ایوب قادری، پروفیسر	تذکرۂ نوری	سنی دار الاشاعت لائلپور
۷۷	محمد یوسف صابر، پروفیسر	چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت	زیر طبع
۷۸	//	داستان رضا	غیر مطبوعہ
۷۹	محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر	عاشق رسول	
۸۰	//	رضا بریلوی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام	پنجاب یونیورسٹی لاہور
۸۱	//	اردو میں قرآنی تراجم اور تفاسیر	غیر مطبوعہ
۸۲	//	فاضل بریلوی اور ترک موالات	مرکزی مجلس رضا لاہور
۸۳	//	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں	//
۸۴	//	گناہِ بے گناہی	زیر طبع
۸۵	//	حیات فاضل بریلوی	لاہور
۸۶	محمد فاروق	عقائد اعلیٰحضرت	غیر مطبوعہ
۸۷	محمد حنیف محمد	نائب غوث	انجمن خدام اعلیٰحضرت لاہور
۸۸	محمد طفیل سالک	مولانا احمد رضا خاں	انجمن طلباء اسلام پاکستان لاہور
۸۹	محمد فیض احمد اویسی ابو الصالح	امام احمد رضا اور علم حدیث	مرکزی مجلس رضا لاہور
۹۰	محمد مقبول، محمد قادری ضیائی	پیغامات یوم رضا	//
۹۱	محمد عالم مختار حق	خطبات یوم رضا	//
۹۲	محمد برہان الحق منظر	اکرام امام احمد رضا	//

نمبر	مصنف	کتاب	ناشر
۹۳	محمد عبد المبین نعمانی	ارشادات اعلیٰحضرت[1]	المجمع الاسلامی مبارکپور بھارت
۹۴	//	تصنیفات امام احمد رضا	//
۹۵	//	امام احمد رضا کے معمولات	غیر مطبوعہ
۹۶	محمد حسین عبد الحکیم	سات ستارے	مرکزی مجلس رضا لاہور
۹۷	//	سوانح اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں	غیر مطبوعہ
۹۸	محمد دین کلیم، مورخ لاہور	اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا لاہور پر فیضان	//
۹۹	//	شاہ احمد رضا بریلوی کا لاہور پر فیضان	//
۱۰۰	محمد عبد الحکیم، قاضی	امام احمد رضا کے احسانات	زیر طبع لاہور
۱۰۱	محمد وارث جمال، مولانا	امام شعر و ادب	مبارکپور
۱۰۲	منظور حسین قاسم رضوی	امام اہل سنت	راولپنڈی
۱۰۳	مظہر عرفانی	مولانا احمد رضا خاں	فیروز سنز لاہور
۱۰۴	نور احمد قادری، ڈاکٹر	علامہ و مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد برصغیر میں احیائے علم و دین کے سب سے پہلے راہبر، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی	ماہنامہ ترجمان اہلسنت شاہراہ لیاقت کراچی
۱۰۵	نور محمد قادری، سید	اعلیٰحضرت کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر	مرکزی مجلس رضا لاہور
۱۰۶	//	اعلیٰحضرت کی سیاسی بصیرت	مکتبہ رضویہ گجرات
۱۰۷	نظامی بدایونی	قاموس المشاہیر	بدایوں
۱۰۸	نظام الدین بیگ جام بنارسی، پروفیسر	اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کے قصیدہ مطرحہ پر ایک تحقیقی مقالہ	بزم اہل سنت کراچی
۱۰۹	نسیم بستوی، محمد صابر، مولانا	مجدد اسلام	کانپور

[1] متن میں اس کتاب کا نام اختصاراً "اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی" درج کیا گیا ہے۔ مبارک

تحقیقی و تبلیغی ادارے

بعض اہم اداروں کے نام جو امام احمد رضا اور ان کے مشن پر تحقیقی و تبلیغی کام کر رہے ہیں۔

- ادارہ معارف رضا ناظم آباد کراچی۔
- مرکزی مجلس رضا، نوری مسجد بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور پاکستان۔
- انٹرنیشنل اسلامک مشنریز کالج صدر دفتر کراچی۔
- ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن صدر دفتر کراچی
- ورلڈ اسلامک مشن صدر دفتر بریڈ فورڈ برطانیہ۔
- دی سنی رضوی سوسائٹی ریلوپرٹ لوٹس ماریطانیہ
- امام احمد رضا ریسرچ اکیڈمی مبارک پورہ ضلع اعظم گڑھ انڈیا۔

بعض ایسے ادارے جہاں سے ڈاک خرچ بھجوا کر مفت لٹریچر منگوایا جا سکتا ہے۔

- مرکزی مجلس رضا نوری مسجد بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور۔

- مجلس رضا سرائے عالمگیر ضلع گجرات
- بزم اعلیحضرت فیروز شاہ سٹریٹ آرام باغ لارنس کھاتہ کراچی۔
- ادارہ اشاعت العلوم افغان سٹریٹ وسن پورہ لاہور۔
- انجمن خدام اعلیحضرت مسجد قاسم خاں صدر بازار لاہور۔
- انجمن ارشاد الاسلام رجسٹرڈ بیگم مہروچ پور ضلع گجرات
- مرکزی مجلس امیر ملت نبی کلاں تحصیل و ضلع قصور۔
- اسلامی ادارہ ادب و ثقافت پاکستان چاہ میراں لاہور۔
- سنی ورلڈ اسلامک مشن ضلع فیصل آباد

۱۲۔ مرکزی ... فیصل آباد

۱۰۔ الجمعیت القادریہ فرید روڈ سکھر۔

۱۱۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کوارٹر نمبر ۱۳۶/۸ جی ایٹ اسلام آباد۔

۱۲۔ الاصلاح پبلیکیشنز خانیوال۔

ماخذ و مراجع

نمبر	کتاب	مصنف	نمبر	کتاب	مصنف
۱	اجازۃ الرضویہ	امام احمد رضا خاں بریلوی	۱۷	الفیوضات الملکیہ	״
۲	جلی الصوت	״	۱۸	الاولیاء	شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور
۳	انوار البشارہ	״	۱۹	سوانح اعلیحضرت امام احمد رضا	مولانا بدر الدین احمد
۴	تجلی النور	״	۲۰	حیات اعلیحضرت	״ ظفر الدین بہاری
۵	مقال العرفاء	״	۲۱	تذکرہ علمائے ہند	״ رحمان علی
۶	الذبدۃ الزکیہ	״	۲۲	الملفوظ	شاہ مصطفیٰ رضا خاں
۷	خالص الاعتقاد	״	۲۳	تاریخ التعلیم	پروفیسر مختار قریشی
۸	دافع الفساد	״	۲۴	شہاب ثاقب	حسین احمد مدنی
۹	سل السیوف الہندیہ	״	۲۵	براہین قاطعہ	خلیل احمد انبیٹھوی
۱۰	سبحٰن السبوح	״	۲۶	تحذیر الناس	محمد قاسم نانوتوی
۱۱	حسام الحرمین	״	۲۷	حفظ الایمان	اشرف علی تھانوی
۱۲	حسن التعمم	״	۲۸	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۱۳	حدائق بخشش	״	۲۹	فاضل بریلوی اور ترک موالات	״
۱۴	الفقہ المستند	״	۳۰	ہدیۃ المہدیین	مفتی محمد شفیع
۱۵	حسام الحرمین	״	۳۱	اشد العذاب	مرتضیٰ حسن
۱۶	الدولۃ المکیہ	״	۳۲	مشکلات القرآن	انور شاہ کشمیری

۳۳۔ سوانح سراج الفقہا، محمد عبد الحکیم شرف قادری (... سے پہلے رہبر) اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، علامہ محمد نور احمد قادری۔

۳۴۔ وصایا شریف حسنین رضا خاں

۳۵۔ اوراق گم گشتہ رئیس احمد جعفری

۳۶۔ مجبور آوازیں خالد لطیف گابا

۳۷۔ مکاتیب اقبال بزم اقبال لاہور

۳۸۔ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، جلال الدین قادری

۳۹۔ مآثر الاجداد پروفیسر منظور الحق۔

۴۰۔ قائد اعظم کے ۷۲ سال رئیس احمد

۴۱۔ اعلیحضرت کی شاعری پر ایک نظر سید نور محمد قادری

۴۲۔ اعلیحضرت کا فقہی مقام اختر شاہجہانپوری

۴۳۔ اسلام ان ماڈرن پاکستان سب کنٹی نینٹ میاں عبد الرشید

۴۴۔ نیگلیکٹیڈ جینیئس آف دی ایسٹ پروفیسر محمد مسعود احمد

۴۵۔ مرقاۃ الصعود شرح ابو داؤد، جلال الدین سیوطی

۴۶۔ اکرام امام احمد رضا، مفتی محمد برہان الحق

۴۷۔ اعلیحضرت بریلوی، صابر نسیم بستوی۔

۴۸۔ معارف رضا، محمد احمد نعیمی، سید محمد ریاست علی قادری (مرتبین)

۴۹۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد برصغیر میں تحریک احیائے علم دین کے سبب

۵۰۔ افادات قادیانیہ، ابو العطا جالندھری قادیانی۔

۵۱۔ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، پروفیسر محمد مسعود احمد

۵۲۔ اقبال کے حضور، سید نذیر نیازی

۵۳۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد قادیانی

۵۴۔ مولانا محمد احسن نانوتوی، محمد ایوب قادری۔

۵۵۔ روحانی خزائن جلد ... مرزا غلام احمد قادیانی

۵۶۔ المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مولانا ظفر الدین۔

۵۷۔ اجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، حامد رضا خاں

۵۸۔ محاسن کنز الایمان، ملک شیر محمد خاں

۵۹۔ اقبال و احمد رضا، راجہ رشید محمود۔

۶۰۔ تفہیمات ابو الاعلیٰ مودودی

۶۱۔ حیات صدر الافاضل، غلام معین الدین نعیمی۔

۶۲۔ نوادر اقبال، عبد الغفار شکیل

۶۳۔ ذکر پاکاں، محمد طفیل ناصری

۶۴۔ سوئے منزل کتابی سلسلہ، ادارہ تعلیمات ... راولپنڈی

۶۵۔ روزنامہ ہمدم لکھنؤ ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء

۶۶۔ ماہنامہ النجم لکھنؤ جون ۱۹۳۸ء

۶۷۔ ماہنامہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد نمبر دوم

۶۸۔ سواد اعظم مراد آباد شوال ۱۳۵۰ھ

۷۹۔ ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء

۸۰۔ ہفت روزہ الفتح کراچی ۱۴ مئی تا ۲۱ مئی تک ۱۹۷۶ء

۸۱۔ ہفت روزہ الفتح کراچی ۱۸ تا ۲۵ فروری ۱۹۷۸ء

۸۲۔ ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۶ مئی ۶۳ء

۸۳۔ ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۸۳ء

۸۴۔ دبدبۂ سکندری رامپور ۱۰ جون ۲۶ء، ۱۷ جون ۲۷ء

۸۵۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷ جون ۱۹۶۸ء

اعلان

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب کی کتاب

توحید اور شرک شائع ہو چکی ہے۔ ۳۰ پیسے کا

ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔

دُعا

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حسنِ مصطفٰے کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے!
ربِّ سلّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

تعارف

دی ورلڈ اسلامک مشن

الدعوة الاسلامية العالمية

THE WORLD ISLAMIC MISSION

دی ورلڈ اسلامک مشن مسلک اہلسنت کی عالمی نمائندہ تنظیم ہے جس کی تبلیغی تنظیمیں اکثر و بیشتر ممالک میں قائم ہیں جو اپنے تبلیغی پروگراموں سے غیر مسلموں کو متاثر کرکے حلقہ بگوشِ اسلام اور مسلمانوں کے دلوں میں انمٹ نقوش اور عشقِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کر رہی ہیں۔ اس تنظیم کا قیام ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق جنوری ۱۹۷۳ء میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں ہوا۔

عالمی سطح پر لادینیت کی یلغار کو روکنے اور مسلمانوں کے دلوں میں دین کا احترام اور اسلامی زندگی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے جنوری ۱۹۷۳ء کو مکہ مکرمہ میں، مختلف ممالک کے مذہبی پیشواؤں کی ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس نے عالمی حالات کو سامنے رکھ کر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے دائرہ کار متعین کرنے کے لئے کافی بحث و تمحیص کی اور پورے غور و خوض کے بعد جماعت کا نام عربی میں "الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ" اور انگریزی میں "دی ورلڈ اسلامک مشن" تجویز کیا، اور طے پایا کہ مسلمانوں کو قرآن و سنت کی تعلیم سے آگاہ کیا جائے اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی گذارنے کی ترغیب دی جائے اور اسلام کے خلاف لادینی

قوتوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا جائے اور اسکو بیخ و بن سے نکال کر اسلامی معاشرہ کا تصور پیدا کیا جائے اور شعور بیدار کیا جائے نیز مجلس نے یہ طے کیا کہ انتظامی سہولتوں کے پیش نظر برطانیہ کے مشہور شہر بریڈ فورڈ میں اس کا دفتر قائم کیا جائے۔ اور اس سارے کام کی ذمہ داری حضرت قائد اہلسنت مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو سونپی گئی جنہوں نے طے شدہ پروگرام کے مطابق دسمبر ۱۹۷۳ء کو بریڈ فورڈ میں تنظیم کا عالمی مرکز قائم کیا۔ تو برطانیہ میں مقیم مسلمانوں نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور مذہبی حلقوں میں اس کا چرچا شروع ہوا اور تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا۔

عالمی سطح پر کام کرنے کے لئے طریق کار وضع کرنے اور اصول و ضوابط مرتب کرنے کے لئے ۲۱ اپریل ۱۹۷۴ء کو بریڈ فورڈ کے سینٹ جارجیز ہال میں زیر صدارت مبلغ اعظم قائد اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اس کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پاکستان، ہندوستان، عراق، یمن، برطانیہ، افریقہ اور دیگر اسلامی ممالک سے تقریباً ایک سو مذہبی رہنماؤں اور ممتاز نمائندوں نے شرکت فرمائی۔ اس ڈیلی گیٹ میٹنگ میں تنظیم کے دستور کا مسودہ پیش ہوا جس کو کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ منظور کیا گیا۔ اور تبلیغی کام باقاعدگی سے شروع ہو گیا۔

قائد اہلسنت مبلغ اعظم اسلام نے دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک میں تبلیغی دورے کئے اور اپنی انتھک کوششوں اور خداداد صلاحیتوں سے چالیس سے زائد ممالک میں جماعت کے تنظیمی مراکز قائم کئے جو اپنے تبلیغی پروگراموں کو بجا طور پر سرانجام دے رہے ہیں۔ تبلیغ کے لئے تقریری تحریری اور ٹیپ لائبریریوں کا سلسلہ شروع کیا تو اس کی بہت پذیرائی ہوئی کہ لوگ گھر بیٹھے ٹیپ کے ذریعے تقاریر سن رہے ہیں الحمد للہ

اس تنظیم نے پوری دنیا میں اور خاص کر غیر مسلم معاشرہ میں خاصی کامیابی حاصل کی ہے اور تنظیمی حلقے اپنے مشن میں کام کر رہے ہیں اور پاکستان میں بھی اس تنظیم نے باقاعدہ طور پر کام شروع کر رکھا ہے۔

لہٰذا فیصل آباد میں بعون اللہ و بعون الرسول اس تنظیم کے پروگراموں کی بہت پذیرائی ہوئی ہے اور ورلڈ اسلامک مشن ضلع فیصل آباد کے صدر مخدوم اہلسنت پیر سید حسین شاہ صاحب نے پورے ضلع کو ۲۰۰ سے زائد حلقوں میں تقسیم کیا ہے اور شہر فیصل آباد میں ۲۳ حلقے قائم کئے ہیں ہر حلقہ میں تبلیغی روحانی پروگراموں کا طریق مرتب کیا گیا ہے جمعۃ المبارک کو ہر حلقہ بعد نماز مغرب مجلس ذکر منعقد کرتا ہے جس میں تلاوت قرآن مجید نعت شریف کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور آخر میں ذکر بالجہر اور صلوٰۃ و سلام پر محفل کا اختتام ہوتا ہے۔

عوام میں تبلیغ عام کرنے کے لئے لائبریریاں قائم ہو رہی ہیں اور ٹیپ لائبریری کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے عوام کے پر خلوص تعاون اور جوش و خروش سے پروگراموں میں شمولیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی تشنگی تھی جس کا احساس عوام کے جذبہ خیر مقدم سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تبلیغی پروگراموں میں شامل ہو کر اپنے نبی اور اپنے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وسلم۔

شعبہ نشر و اشاعت ورلڈ اسلامک مشن ضلع فیصل آباد۔

انتظامیہ مرکزی جماعت غوثیہ فیصل آباد

بانی و سرپرست مخدوم اہلسنت پیر طریقت رہبر شریعت حضرت

سید نذر حسین شاہ صاحب بخاری قادری نقشبندی

مرکزی صدر ۔ محمد ارشاد اختر نقشبندی قادری

نائب صدر ۔ عبدالستار کھوکھر

جنرل سیکرٹری ۔ احمد خان لودھی

جوائنٹ سیکرٹری ۔ سید انور حسین بخاری

سیکرٹری نشر و اشاعت ۔ مولانا محمد انور نقشبندی

خازن ۔ صوفی عبدالشکور

مجلسِ عاملہ

محمد ظفر اقبال ، میاں گلزار احمد

محمد خلیل احمد ، ظفر احمد۔

تعارف

جس مشن کو بزرگانِ دین نے پھیلایا اور خاص کر وہ مشن حضرت پیرانِ دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی سے محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفیض سردار احمد صاحب اس عظیم مشن کو دنیا میں پھیلایا اس مشن کی ایک ادنیٰ سی کڑی مرکزی جماعت غوثیہ ہے۔

اس جماعت نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ ہر صورت میں اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چل کر دینِ مصطفےٰ کی تبلیغ سرانجام دے گی۔ جماعت کا قیام عرصہ تین سال قبل ۱۰ ربیع الاول شریف کو زیر نگرانی جماعت غوثیہ کے بانی و سرپرست مخدوم اہلسنت پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب بخاری نقشبندی قادری کے عمل میں لایا گیا۔

الحمد للہ جماعت نے اپنے منشور کے مطابق دینِ مصطفےٰ کی خدمت سرانجام دی۔ جماعت کے کام کا دارومدار مقصد دینِ مصطفےٰ کی تبلیغ بذریعہ اشاعت کرنا ہے اور یہ اشاعت لوگوں کو مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ جماعت نے اس تھوڑے سے وقت میں تقریباً ۱۰ عنوان پر ہزاروں کی تعداد میں کتابچے، اشتہار اور کتابیں شائع کر کے ملک میں اور بیرونِ ملک مفت تقسیم کی گئیں اس جماعت غوثیہ کی اس تبلیغی کامیابی کا ہم اپنے معاونین کے خلوص دل سے شکر گزار ہیں جنہوں نے جماعت کی مالی تعاون اور کر کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔ اور اس عظیم کامیابی کی اصل وجہ جماعت کے بانی و سرپرست حضرت مخدوم اہلسنت جناب پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کی خصوصی توجہ کی وجہ سے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جماعت کی سرپرستی آپ کے سپرد ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ

حضرت صاحب کا سایہ جماعت غوثیہ اور عوام اہلسنت پر سدا قائم رکھے تاکہ ان کے زیر سایہ ہم زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکیں۔ آمین۔ اس کے علاوہ جماعت کا یہ پروگرام ہے کہ ملک کو ہر برائی سے پاک کیا جائے۔ اور جہاں اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے جدوجہد کی جائے

اس وقت ہمارے ملک میں جو برائی کی جڑ ہے وہ ہے بے پردگی۔ بے پردگی ایک ایسی لعنت ہے جس سے بدکاری، فحاشی اور بے حیائی جیسی لعنتیں جنم لیتی ہیں۔ قرآن پاک بھی بے پردگی کو پسند نہیں کرتا۔ اور اس کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ اسلام میں ایسی برائیوں کا وجود نہیں ہے تو اس کے خاتمے کے لئے عملی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ بے پردگی کے خاتمے کے لئے ہر شخص اس تحریک کا آغاز اپنے گھروں سے کرے اور اپنی ماؤں بہنوں اور بچیوں کو سختی سے پردہ کی تاکید کرے۔ تاکہ بگڑے ہوئے حالات کو سنوارا جائے۔ جب ہم اس کام کا آغاز کریں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ برائیاں ختم نہ ہوں۔ اور اس سے ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ اور نظام مصطفےٰ کی کامیابی کے لئے مقام مصطفےٰ کا تحفظ کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ میرا ہر مسلمان بھائی اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا اور ملک میں سے بدکاری اور فحاشی جیسی لعنت کے خاتمے کے لئے اس تحریک کا آغاز اپنے گھروں سے کریں گے۔ انشاءاللہ کامیابی ہوگی۔

خاکپائے غوثیہ

محمد ارشاد اختر خادم جماعت غوثیہ

نوٹ:- کتب کی فہرست میں چودھویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت کو غلطی سے زیر طبع لکھا گیا ہے۔ معذرت خواہ ہیں۔ ادارہ

وقت کی اہم ضرورت

عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کرنا

حضور پرنور احمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہی دین میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ملک میں اس وقت کمیونسٹ اور سوشلسٹ طاقتیں اسلام کو روز بروز کمزور بنانے میں مصروف ہیں۔

عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسی طاقت ہے جو اسلام کی بقا کی ضامن ہے۔ لہٰذا وقت کی اہم ترین ضرورت لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا ہے اور اس کی یہی ایک صورت ہے کہ ان کے دلوں میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیا جائے۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر دیا گیا تو اسلام کی مخالفت مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ ورنہ اسلام و ریاست خدانخواستہ نابود ہو جائیگا۔

آئیے عہد کریں!

کہ مملکت خداداد پاکستان کو اسلام کا مضبوط قلعہ بنانے اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کرینگے۔

ملک محمد اسلم نقشبندی قادری

ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (پنجاب)، ایم۔ آر۔ سی۔ پی۔ ایس (پاکستان)

- اسلام کے روحانی اقدار کا فروغ
- نظریات باطلہ کا موثر رد۔
- سوشلزم، کمیونزم اور دیگر نظریات باطلہ کی تردید اور اسلامی نظریات کا فروغ
- تعلیمات سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ترویج اور ان کی دینی و ملی خدمات سے اہل اسلام کو روشناس کرانا۔
- تحفظ ناموس رسالت، تحفظ عظمت صحابہ، تحفظ حرمت اہل بیت اور تحفظ مقامات اولیاء عظام کے لئے جدوجہد۔
- مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے موثر تبلیغ۔
- ایسی لائبریریوں کا اہتمام کرنا جن میں علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب موجود ہوں

آئیے!

ان مقاصد کے حصول کے لئے عملی جدوجہد کریں!

روزنامہ سعادت، فیصل آباد اور لاہور سے بیک وقت شائع ہونے والا جماعت اہلسنت کا واحد ترجمان جماعتی سرگرمیوں اور [illegible] سے آگاہی کیلئے سعادت کا مطالعہ ضرور کریں۔